انحطاط و پریشانیوں

کے اسباب اور

ہمارے لیے راہ عمل

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی

(بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

شعبۂ تحقیق واشاعت

Jamia Islamia Maseehul Uloom, Bangalore

K.S. Halli, Post Kannur Village, Bidara Halli Hobli, Baglur Main Road, Bangalore - 562149

H.O # 84, Armstrong Road, Mohalla Baidwadi, Bharthi Nagar, Bangalore - 560 001

Mobile : 9916510036 / 9036701512 / 9036708149

انحطاط و پریشانیوں

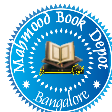
کے اسباب اور

ہمارے لیے راہ عمل

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی

(بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

Mahmood Book Depot  محمود بک ڈپو

PUBLISHERS, PRINTERS, DISTRIBUTORS

No. 82,Haines Road,Bangalore - 560 051 Phone : 080-42032128

انحطاط و پریشانیوں کے اسباب اور راہ عمل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

انحطاط و پریشانیوں کے اسباب اور ہمارے لیے راہ عمل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین، والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین.

امابعد: آج امت مسلمہ کی زبوں حالی و پریشانی، اس پر یہود ونصاری، کفار ومشرکین کی جانب سے ظلم وتشدد، اپنی انتہاء کو پہنچ رہا ہے۔ دنیا بھر میں اس کے خلاف سازشوں کا جال بچھا دیا گیا ہے، اسی کے ساتھ پولس جس کو محافظ ہونا چاہئے تھا وہ بھی ظالموں کا ساتھ دیتی اور مظلوموں پر مزید ظلم ڈھاتی ہے۔ ایک طرف تو یہ صورتحال ہے اور دوسری طرف امت بحیثیت مجموعی انتہائی کمزور، بے بس اور نہتی نظر آتی ہے، جس کے پاس اپنے اوپر ہونے والے مظالم ومصائب کے دفعیہ کا کوئی سامان نہیں، وہ اپنا دفاع بھی کرے تو اس کو ظالم قرار دیا جاتا ہے۔

ہمارا ماضی اور حال:

دور رسالت وصحابہ سے تقریباً ایک ہزار برس تک اہل اسلام کو جو عروج واقبال نصیب ہوا ہے اور اسلام کے زیر سایہ ان کی حکومت کو جو آب وتاب اور شان وشوکت حاصل ہوئی اور تقریباً پوری دنیا پر ان کا جو رعب ودبدبہ اور اقتدار قائم تھا، یہ سب ایک ایسی حقیقت ہے جس کی گواہی اپنے ہی نہیں غیر بھی دیتے ہیں۔

لیکن (سنہ: ۱۶۰۰ء مطابق: ۱۰۰۰ھ کے) بعد سے مسلمانوں میں جو انحطاط اور کمزوری پیدا ہوئی وہ مسلسل بڑھتی ہی چلی گئی اور بڑھتی ہی جا رہی ہے، اوران کا یہ انحطاط زندگی کے تمام شعبوں میں رونما ہوا ہے عملی، اخلاقی، اقتصادی، معاشرتی اور سیاسی ہر شعبہ اس سے متاثر ہے اوراس نے بڑھتے بڑھتے ہم کو اس پوزیشن اور حیثیت میں لاکھڑا کیا ہے کہ ہماری کوئی شان بان تو ایک طرف رہی، رعب ودبدبہ تو ایک طرف رہا، الٹے دوسروں سے مرعوب بلکہ خوفزدہ ہیں، عروج واقبال تو کجا نزول وادبار کی زد میں ہیں اور ہلاکت وتباہی کے مہیب غاروں میں ڈھکیلے جارہے ہیں اورنکبت وذلت کے خطرناک اندھیروں میں گھیرے جارہے ہیں۔ ہمارے اس شاندار ماضی کے ساتھ اس تاریک حال کا موازنہ ومقابلہ کرتے ہوئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سب کچھ کیوں اور کیسے ہوا اس کے اسباب وجوہ کیا ہیں؟ اور اس صورت حال میں امت مسلمہ کو کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیئے؟

اسباب عروج - قرآن کی نظر میں

اس سوال کے جواب کے لیے ہمیں پہلے قرآن وحدیث میں عروج واقبال کے اسباب معلوم کرنا چاہیئے تاکہ اسی سے معلوم ہوجائے کہ اسباب عروج واقبال سے اعراض وروگردانی اوران سے تہی دامنی ہی پستی اور ذلت، انحطاط وہلاکت کے اسباب ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ بات قابل غور ہے، ایک جگہ قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ، وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْناً يَعْبُدُوْنَنِي لا يُشْرِكُوْنَ

بِيْ شَيْئاً وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾[النور:۵۵]

(ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اورانہوں نے نیک عمل اختیار کیے کہ وہ ان کوضرورزمین میں خلافت دے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کوحکومت دی تھی اوران کے لیے ان کے دین کو جما دے گا جس کو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اورانہیں خوف کے بدلے میں امن عطا کرے گا، وہ لوگ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کوشریک نہ ٹھیرائیں گے اور جو ناشکری کرے گا اس کے بعد تو ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں)

اس سے معلوم ہوا کہ روئے زمین کی خلافت اورواراثت ان لوگوں کودی جاتی ہے جو ایمان وعمل صالح اختیار کریں گے۔

ایک جگہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

﴿وَلاَ تَهِنُوْا وَلاَ تَحْزَنُوْا وَ أَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ﴾ [اٰل عمران: ۱۳۹]

(ترجمہ: اورتم ہمت نہ ہارو اور رنج نہ کرو اورتم ہی غالب رہو گے اگر تم پورے اور سچے ایمان والے ہو)

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کی مدد ونصرت اورغلبہ وکامرانی ان لوگوں کے لیے ہے جو ایمان ویقین میں مضبوط اورکامل ہوں اوراس پر پوری طرح جمے ہوئے ہوں۔

ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ، وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [النحل:۹۷]

(جوکوئی مرد وعورت نیک کام کرے بشرطیکہ وہ مومن ہوتو ہم اس کو (دنیا میں بھی) بالطف زندگی دیں گے اور (آخرت میں) ان کے اچھے کاموں کا ان کو بدلہ دیں گے)

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور عمل صالح سے دنیا کی زندگی میں بھی لطف وراحت میسر آتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور بعض دیگر مفسرین نے اس آیت میں اس سے دنیوی زندگی ہی مراد لی ہے جیسا کہ بیہقی، حاکم، ابن ابی حاتم وغیرہ نے ابن عباس سے یہی تفسیر نقل کی ہے اور روح المعانی میں ہے کہ بہت سے مفسرین نے یہی مراد لیا ہے۔(۱)

قرآن کریم کہتا ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَأَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ [الأعراف:۹۶]

(اگر قریہ والے ایمان لاتے اور تقوی اختیار کرتے تو ہم ان پر زمین وآسمان سے برکات کھولدیتے، لیکن انہوں نے جھٹلایا، پس ہم نے ان کے کرتوت کی وجہ سے ان کو پکڑلیا)

اس آیت سے بتادیا کہ انسانوں پر برکتوں اور رحمتوں کا نزول ایمان اور تقوی کی وجہ سے ہوتا ہے، اور اس کے بجائے اگر تکذیب وانکار اور اعراض ہوتو اللہ کی پکڑ ہوتی ہے۔

ایک آیت میں ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [المنافقون:۸]

(ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول اور ان لوگوں کے لیے عزت ہے جو ایمان

(۱) روح المعانی:۱۴/۲۲۷

والے ہیں، لیکن منافق لوگ اس کو جانتے نہیں ہیں)

معلوم ہوا کہ عزت وسر بلندی ایمان کی بنیاد پر دی جاتی ہے۔

ایک جگہ کہا گیا کہ:

﴿إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلٰئِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا، سَأُلْقِي فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ، فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ﴾ [الانفال: ۱۲]

(اس وقت کو یاد کرو جبکہ آپ کا رب حکم دیتا تھا فرشتوں کو کہ میں تمہارا ساتھی ہوں، تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ، میں ابھی کفار کے دلوں میں رعب ڈالے دیتا ہوں، لہذا گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور کو کاٹ دو)

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان والوں کی مدد ونصرت فرشتوں کے ذریعہ کرائی جاتی ہے اور اہل اسلام کا رعب کافروں کے دلوں میں ڈال دیا جاتا ہے، معلوم ہوا کہ مدار ایمان وعمل پر ہے۔

ایک حدیث

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ " إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ فِيْ قُرَيْشٍ، لَا يُعَادِيهِمْ أَحَدٌ إِلَّا كَبَّهُ اللّٰهُ عَلٰى وَجْهِهِ مَا أَقَامُوا الدِّيْنَ" (یہ امر خلافت وسلطنت ہمیشہ قریش میں رہے گی جو شخص ان سے مخالفت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو منہ کے بل گرا دے گا جب تک کہ وہ لوگ دین کو قائم رکھیں۔(۱)

ان تمام دلائل سے یہ واضح ہوا کہ زمین کی وراثت وخلافت، دنیا کی بالطف ومزیدار زندگی، عزت وعظمت فتح وکامرانی، غلبہ واقتدار، رحمت وبرکت ان لوگوں

(۱) بخاری: ۳۲۳۹، احمد: ۱۶۲۴۹، دارمی: ۲۴۰۹

کا حصہ ہے جو ایمان و عمل صالح، تقوی وخشیت سے مالا مال ہوں، بس یہی چیزیں عروج واقبال کے اسباب ہیں۔

اسباب انحطاط- قرآن کی نظر میں:

اس کے برخلاف جب کسی قوم میں کفرومعصیت، بے عملی وبد عملی، جہالت وجاہلیت، سرکشی وبغاوت، خدائی احکامات وفرامین سے اعراض وروگردانی، انبیاء کے بتائے ہوئے لائحہ عمل ونمونہ زندگی سے غفلت، بے خوفی وبدعہدی وغیرہ روحانی امراض پیدا ہوتے ہیں تو اس کو ذلت ونکبت، زوال وانحطاط کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس سے اللہ کی مدد ونصرت ہٹالی جاتی ہے اور برکت ورحمت کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔ یہاں چند آیات پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

بنی اسرائیل کے تذکرے میں کہا گیا ہے:

﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَ بَآءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ، ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ، ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ﴾ [البقرة: ٦١]

(اور جم گئی ان پر ذلت وپستی اور مستحق ہو گئے غضب الٰہی کے اور یہ اس وجہ سے کہ لوگ احکام الٰہیہ کے منکر ہو جاتے تھے اور قتل کردیا کرتے تھے پیغمبروں کو ناحق اور اس وجہ سے کہ ان لوگوں نے اطاعت نہ کی اور دائرہ (اطاعت) سے نکل جاتے تھے)

معلوم ہوا کہ اطاعت سے گریز، احکام الٰہی کا انکار، انبیاء سے بدسلوکی، ذلت وپستی کے اسباب ہیں۔

ایک جگہ فرماتے ہیں:

﴿وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا،فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيْلاً﴾ [القصص: ٥٧]

(اور ہم بہت سی بستیاں ہلاک کر چکے ہیں جو اپنے سامان عیش پر نازاں تھے سو یہ ان کے گھر ہیں کہ ان کے بعد آباد ہی نہ ہوئے مگر تھوڑی دیر کے لیے)

معلوم ہوا کہ اپنے سامان عیش پر ناز اور اس کی بنا پر خدا فراموشی وغفلت ایسی چیزیں ہیں جن کی بنا پر ہلاکت وتباہی، ہلاکت و بربادی کے فیصلے ہوتے ہیں۔

ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطٰناً،وَمَأْوٰهُمُ النَّارُ،وَبِئْسَ مَثْوٰى الظّٰلِمِينَ﴾[آل عمران: ۱۵۱]

ہم ابھی کافروں کے دلوں میں رعب اور ہیبت ڈالے دیتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے اللہ کا شریک ایسی چیز کو قرار دیا ہے جس پر کوئی دلیل اللہ نے نازل نہیں کی،اوران کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ ظالموں کا برا ٹھکانا ہے)

ایک موقعہ پر فرماتے ہیں:

﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَ يَعْفُوْ عَنْ كَثِيرٍ﴾ [الشوری: ۳۰]

(اور جو تمہیں مصیبت پہنچی تو وہ تمہارے ہاتھوں کے کیے کی وجہ سے ہے،اور وہ اللہ بہت سے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے)

ایک قابل عبرت حدیث:

امت کی پریشانیوں اور مصائب کی وجوہات پر ایک حدیث سے بخوبی روشنی پڑتی ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ:

" خَمْسٌ إِذَا ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ ،وَأَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ ،لَمْ تَظْهَرِ

الْفَاحِشَةُ فِيْ قَوْمٍ قَطُّ حَتّٰی يُعْلِنُوْا بِهَا إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُوْنُ ، وَالْأَوْجَاعُ الَّتِيْ لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِيْ أَسْلَافِهِمُ الَّذِيْنَ مَضَوْا، وَلَمْ يَنْقُصُوْا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ إِلَّا أُخِذُوْا بِالسِّنِيْنَ وَشِدَّةِ الْمَئُوْنَةِ وَ جَوْرِ السُّلْطَانِ ،وَلَمْ يَمْنَعُوْا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مُنِعُوْا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ ، وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوْا، وَلَمْ يَنْقُضُوا عَهْدَ اللّٰهِ وَ عَهْدَ رَسُوْلِهٖ إِلَّا سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِّنْ غَيْرِهِمْ ، فَأَخَذُوْا بَعْضَ مَا فِيْ أَيْدِيْهِمْ، وَمَا لَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَ يَتَخَيَّرُوْا مِمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ "(پانچ باتیں ہیں جب تم ان میں مبتلا ہو جاؤ (تو یہ عذابات پیش آئیں گے)، اور میں اللہ کی اس بات سے پناہ چاہتا ہوں کہ تم ان کو پاؤ، جب کسی قوم میں بے حیائی علی الاعلان ہونے لگے تو ان میں طاعون اور ایسی ایسی بیماریاں پھیل جائیں گی جو ان کے اسلاف میں نہیں تھیں ،اور جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرے گی تو اس کو قحط سالی وتنگی اور بادشاہ کے ظلم میں گرفتار کیا جائے گا،اور جب کوئی قوم زکاۃ کو روکے گی تو اس سے بارش روک دی جائے گی ،اور اگر جانور نہ ہوتے تو اس پر کبھی بارش نہ ہوتی ، اور جب اللہ ورسول کے عہد کو توڑے گی تو اس پر غیر قوم میں سے کوئی دشمن مسلط کیا جائے گا جو اس سے ان کے مال چھین لے گا،اور جب ان کے ائمہ اللہ کی کتاب سے فیصلہ نہیں کریں گے اور اللہ کے نازل کردہ احکام میں سے اپنی مرضی کے مطابق لے لیں گے تو اللہ تعالے ان کے آپس میں لڑائی ڈال دیں گے)(۱)

غرض یہ ذلت وپستی ،انحطاط وکمزوری، ہلاکت وتباہی اس وقت آتی ہے جب کہ انسان اللہ کے احکام اور نبی کی سنت وسیرت سے گریز، انبیاء کرام کے ساتھ بدسلوکی اوران کی توہین، دنیوی سازوسامان اور عیش وعشرت پرناز وفخر اور آخرت

(۱)ابن ماجہ:۴۰۰۹

سے غفلت میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

ہمارے اسلاف کی زندگیاں

اس کے بعد تاریخ کے صفحات الٹ کر دیکھ لیجئے کہ ہر دور میں ہر قوم وملت کے ساتھ اسی اصول کو برتا گیا، اسی کے مطابق فیصلے ہوتے رہے، جس قوم نے اسباب عروج واقبال کو اختیار کیا وہ عروج واقبال کی منزلیں طے کرتی رہی اور اس کو دنیا میں عزت وعظمت، فتح وکامرانی، غلبہ واقتدار سے بھرپور حصہ دیا گیا اور جس نے اسباب نزول وادبار کو اختیار کیا اس کو نزول وادبار، انحطاط وپستی میں مبتلا کیا گیا۔

چنانچہ ہمارے اسلاف کی پوری تاریخ پڑھتے جاؤ، ان کو عظمت کے میناروں پر، عزت کے محلوں میں، فتح وکامرانی کے پرچم کو لہراتے، غلبہ واقتدار کے تختوں پر دیکھو گے، اور ان کے زمانے میں ان چیزوں کے وہی تنہا اجارہ دار نظر آئیں گے جس میں ان کا کوئی شریک نہیں تھا، اور یہ سب کچھ ان کے ایمان باللہ وتوکل واعتماد علی اللہ، تقوی وپرہیزگاری، خوف وخشیت، تعلق مع اللہ اور اتباع سنت وسیرت کی وجہ سے تھا۔

اب ہمارے لیے راہ عمل کیا ہے؟

اب تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آج امتِ مسلمہ پر ادبار وانحطاط کے مہیب سائے، ذلت ونکبت کی پھٹکار، خدائی عقاب وعتاب کی سنگ باریاں، پریشانیوں اور مصائب کے طوفان، صرف اسی وجہ سے ہیں کہ ہم سے دین سے دوری، عمل میں سستی، تعلق مع اللہ میں غفلت، گناہوں میں انہماک، خدا سے بغاوت، رسول کے طریقے سے کدورت، غیروں سے مشابہت ومناسبت وغیرہ افعال شنیعہ صادر ہو رہے ہیں، لہذا اب اپنی اصلاح کا کوئی نظام بنانا چاہیے، یہاں میں اس سلسلہ میں چند اہم امور کی جانب نشاندہی کرنا چاہتا ہوں:

آزمائش وابتلاء کیوں؟

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہم اس پرغور کریں کہ مسلمانوں پر یہ مظالم کیوں ہیں؟ اس کا جواب ہمیں قرآن میں بڑے واضح انداز میں ملتا ہے، وہ یہ کہ یہ سب دراصل اللہ کی جانب سے ہماری آزمائش ہے۔

ایک موقعہ پرارشادربانی ہے:

﴿ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ، مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ، أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴾[البقرة: ۲۱۴]

(کیاتم نے یہ گمان کرلیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہوجاوگے حالانکہ تم پر ایسے حالات نہیں آئے جیسے تم سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں پر آئے کہ ان کو سختی اور تکلیف پہنچی اور انہیں ہلا کے رکھدیا گیا یہاں تک کہ رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے کہہ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی، سن لو کہ اللہ کی مدد قریب ہے)

معلوم ہوا کہ مومنوں اور مسلمانوں کی اللہ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے، اور اس کے بغیر چارہ کار نہیں، اور جنت میں داخلہ کا خواب اسی وقت شرمندۂ تعبیر ہوگا جبکہ ہم اس دورابتلاءوآزمائش سے گزریں۔

اوراس میں کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب خود اللہ جل وعز نے یہ دیا کہ یہ آزمائش دراصل سچوں اور جھوٹوں میں امتیاز پیدا کرنے کے لیے ہوتی ہے، جیسے ایک جگہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ:

﴿الٓمٓ ،أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُّتْرَكُوْا أَنْ يَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ،وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ، فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴾

[العنکبوت: ۱—۳]

(ترجمہ: الٓمٓ (اس کا معنی اللہ ہی بہتر جانتے ہیں) کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ وہ صرف اتنا کہہ دینے سے چھوڑ دیئے جائیں گے کہ "ہم ایمان لائے" اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی، اور ہم نے ان لوگوں کو بھی آزمایا ہے جو ان سے پہلے گذرے ہیں کہ اللہ سچوں کو معلوم کرے اور وہ جھوٹوں کو معلوم کرے)

جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ مظالم و مصائب اور آلام و آفات دراصل ہماری آزمائش کے لیے ہوتے ہیں تو ہماری کوشش یہ ہونا چاہئے کہ ہم اس آزمائش میں کھرے ثابت ہوں، کھوٹے نہ نکلیں، اللہ پر ایمان میں سچے ثابت ہوں، جھوٹے نہ ظاہر ہوں، اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ ہم اللہ کے احکام اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کا ہر موقعہ پر لحاظ رکھیں، جس طرح شادی وخوشی میں اس کا لحاظ ہو، اسی طرح غم و مصیبت میں بھی اس کا دھیان ہو، اور کوئی کام اس کے خلاف نہ کریں۔

۞ توبہ واستغفار

یہ بات سامنے آچکی ہے کہ ہماری تمام پریشانیاں دراصل اللہ و رسول کی مخالفت اور گناہوں کی وجہ سے ہیں، لہذا اس کا علاج یہی ہے کہ اللہ کی جناب میں گڑگڑا کر توبہ اور استغفار کیا جائے، اگر اللہ نے معاف کر دیا تو ہمارا سارا مسئلہ حل ہو گیا، اسی لیے استغفار پر اللہ نے بڑے وعدے فرمائے ہیں۔

ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿اِسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ،اِنَّہٗ کَانَ غَفَّاراً، یُرۡسِلِ السَّمَاءَ عَلَیۡکُمۡ مِّدۡرَاراً وَّ یُمۡدِدۡکُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّ بَنِیۡنَ وَیَجۡعَلۡ لَّکُمۡ جَنّٰتٍ وَّ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ اَنۡهَاراً﴾ [نوح: ۱۰-۱۲]

(اپنے رب سے استغفار کرو، بلاشبہ وہ بہت بخشنے والا ہے، وہ تم پر بہتی بارش کرے گا، اور تمہارے مالوں اور اولاد کو زیادہ کرے گا اور تمہارے لیے باغات مقرر

کرے گا اور نہریں مقرر کرے گا)

اس سے معلوم ہوا کہ استغفار و توبہ کا ثمرہ و فائدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالے بارشیں برساتے ہیں، مال واولاد میں اضافہ کرتے ہیں اور باغات ونہروں کا انتظام فرماتے ہیں،اسی لیے روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں بارش کا قحط ہوگیا تو آپ لوگوں کولیکر نماز استسقاء کے لیے نکلے اور وہاں صرف استغفار کر کے واپس چلے آئے ،لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے صرف استغفار کیا اور بارش طلب نہیں کی ؟ تو فرمایا کہ میں نے تو آسمان کے پچھتروں سے جہاں سے کہ بارش ہوتی ہے پانی طلب کیا ہے، پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔(۱)

حضرت حسن بصری کے پاس ایک شخص نے قحط کی شکایت کی تو فرمایا کہ استغفار کرو، ایک اور نے فقر وفاقہ کی شکایت کی تو فرمایا کہ استغفار کرو،ایک تیسرے آدمی نے عرض کیا کہ میرے لیے اولاد کی دعاء کیجئے ،تو فرمایا کہ استغفار کرو،ایک اور شخص نے اپنے باغ کے سوکھ جانے کی شکایت کی تو فرمایا کہ استغفار کرو، حضرت صبیح کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے اس سلسلہ میں پوچھا کہ آپ نے سب کا ایک ہی جواب دیا،تو فرمایا کہ یہ میں نے اپنی جانب سے نہیں کہا ہے بلکہ اللہ تعالے سورہ نوح میں یہ فرماتے ہیں۔(۲)

اورایک حدیث میں حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ’’مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰہُ لَہٗ مِنْ کُلِّ ھَمٍّ فَرَجاً،وَمِنْ کُلِّ ضِیْقٍ مَخْرَجاً ، وَرَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ‘‘ (جواستغفار کولازم پکڑ لے اللہ اس کے لیے ہر غم دور ہونے کا راستہ بناتے ہیں اور ہر تنگی سے نکلنے کی سبیل کرتے ہیں اور

(۱)سنن سعید بن منصور:۵/۳۵۳،سنن بیہقی:۳/۳۵۱،ابن ابی شیبہ:۶/۶۱،مصنف عبدالرزاق: ۳/۸۷،تفسیر طبری:۲۹/۹۳،تفسیر القرطبی:۱۸/۳۰۲(۲)تفسیر قرطبی:۱۸/۳۹۲

وہاں سے اسے رزق عطا کرتے ہیں جہاں سے اسے کوئی گمان بھی نہیں ہوتا)(۱)

الغرض ہمارا سب سے اہم کام یہ ہونا چاہئے کہ ہم اپنے گناہوں پر روئیں، گڑگڑائیں اور اللہ سے معافی مانگیں اور آئندہ کے لیے عہد کریں کہ گناہوں کے قریب بھی نہیں جائیں گے۔

صبر وتقوی:

ایک بات یہ ہے کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے حالات میں اللہ تعالے کا منشأ و مرضی یہ ہے کہ ہم صبر وتقوی کا خصوصی اہتمام کریں، کیونکہ یہ سب -جیسا کہ عرض کیا گیا- اللہ کی جانب سے ہماری آزمائش وابتلاء کے طور پر ہے، اور اس سلسلہ میں اسی کا حکم دیا ہے کہ صبر وتقوی اختیار کرو، ایک جگہ فرمایا کہ:

﴿لَتُبْلَوُنَّ فِيْ أَمْوَالِكُمْ وَ أَنْفُسِكُمْ ، وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا أَذًى كَثِيْراً ، وَإِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ﴾[آل عمران: ۱۸۶]

(ترجمہ: تم ضرور بالضرور تمہاری جانوں اور مالوں کے بارے میں آزمائے جاؤگے اور تم ان لوگوں کی جانب سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی اور مشرکین کی جانب سے بہت کچھ تکلیف دہ باتیں سنو گے، اور اگر تم نے صبر کیا اور تقوی اختیار کیا تو یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے)

ایک اور موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ:

﴿إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ، وَإِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لاَ يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ

(۱) ابوداؤد: سنن بیہقی: ۳۵۱/۳، معجم اوسط: ۲۴۰/۶، سنن کبری للنسائی: ۱۱۸/۶، ابن ماجہ: مسند احمد: مستدرک حاکم: ۲۹۱/۴، قال الحاکم: صحیح الاسناد

مُحِیطٌ﴾[آل عمران : ۱۲۰]

(ترجمہ: اگر تم کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو ان کو یہ بری لگتی ہے اور اگر تمہیں برائی پہنچتی ہے تو اس سے وہ خوش ہوتے ہیں، اور اگر تم لوگ صبر کرو اور تقوی اختیار کرو تو تمہیں ان کی سازش کچھ بھی نقصان نہ دے سکے گی، بلا شبہ اللہ تعالے ان کے سب کرتوتوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے)

ان آیات میں صاف طور پر کہا گیا ہے کہ صبر و تقوی میں ہماری کامیابی ہے اور ان کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی کا کید و مکر و سازش کچھ بھی نقصان نہیں دے سکتی۔ یہ اللہ کا پاکیزہ و مقدس کلام ہے جس کی صداقت و سچائی میں کسی ادنی سے ادنی مسلمان کو بھی شک و شبہ نہیں ہو سکتا، اس نے یہ راز ہمارے لیے فاش کیا کہ ان حالات میں فتح و کامیابی، نجات و کامرانی کا راستہ صبر و تقوی ہے۔

صبر و تقوی کی حقیقت:

اب یہ دیکھنا ہے کہ صبر کیا ہے اور تقوی کس کو کہتے ہیں؟ صبر کے معنے نفس کو اس کے خلاف پیش آنے والی باتوں پر کنٹرول کرنے کے ہیں، لہذا نفس کو خواہشات سے بچانا اور اللہ کے حکموں پر لگانا ہی صبر ہے، اور تقوی اللہ سے ڈر کر زندگی گزارنے کا نام ہے، لہذا جو شخص اپنے کو خواہشات سے بچاتا ہو اور اللہ کی مرضیات پر چلتا ہو اور اس سے ڈر کر زندگی گزارتا ہو اس کو کسی کا مکر و فریب اور اس کے خلاف کوئی کوشش و سازش نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

مشہور مفسرِ قرآن علامہ ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: کہ اللہ تعالے فرماتے ہیں کہ "اے مؤمنو! اگر تم اللہ کی اطاعت اور اس کے احکام کی اتباع اور منع کردہ باتوں سے اجتناب پر صبر کرو یعنی اس پر جم جاؤ جیسے یہود کو اپنا دوست بنانے وغیرہ سے بچتے رہو اور جو باتیں تم پر اس نے لازم کی ہیں اور اپنے رسول کے حقوق

واجب کئے ہیں ان میں حد سے تجاوز نہ کروتو تم کوان یہود کی سازش نقصان نہ دے گی''۔(۱)

اور علامہ آلوسی بغدادی اپنی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں: ''تمہیں صبر وتقوی کی برکت سے ان (کفار) کی سازش سے، نہ زیادہ نہ کم، کسی طرح کا نقصان نہ ہوگا کیونکہ یہ دونوں محاسنِ طاعات ومکارمِ اخلاق میں سے ہیں، اور جو ان سے متصف ہوتا ہے وہ اللہ کے سایہ اور اس کی حمایت میں ہوتا ہے اس بات سے کہ دشمن کی سازش اس کو نقصان دے''۔(۲)

معلوم ہوا کہ شریعت پر جماؤ اور استقامت کے بغیر مؤمن کی کامیابی کا کوئی تصور نہیں، اگر کامیابی وکامرانی چاہئے تو ضروری طور پر ہمیں اس کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

ایک رومی سپہ سالار کا حیرت انگیز انکشاف:

علامہ ابن کثیر نے اپنی تاریخ ''البدایہ والنہایہ'' میں یہ عجیب وغریب واقعہ بیان کیا ہے کہ ہرقل کے زمانے میں ایک رومی فوج کا مسلمانوں سے مقابلہ ہوا اور رومی فوج کو شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا، یہ شکست خوردہ رومی فوج جب واپسی کے موقع پر ہرقل سے ملتی ہے جبکہ ہرقل مقام انطاکیہ میں مقیم تھا، تو وہ ان رومیوں کی شکست کی خبر سن کر سوال کرتا ہے؟

أخبروني عن هؤلاء القوم الذين يقاتلونكم ،أليسوا بشراً مثلكم ؟

(مجھے اس قوم کے بارے میں بتاؤ جس کے ساتھ تمہارا مقابلہ ہوا ہے، کیا وہ تم ہی جیسے انسان نہیں تھے؟)

فوجیوں نے اس کے جواب میں کہا کہ: ہاں! وہ ہم ہی جیسے انسان تھے جن سے ہمارا مقابلہ ہوا۔

(۱) تفسیر طبری: ۳/۱۳/۴۱۳ (۲) روح المعانی: ۴/۴۱

اس پر ہرقل دوسرا اور بامعنی سوال کرتا ہے کہ: اچھا بتاؤ کہ تعداد میں وہ زیادہ تھے یا تم؟''

فوجیوں نے کہا کہ: ہم زیادہ تھے۔

ہرقل تیسرا سوال یہ کرتا ہے کہ: جب وہ تم جیسے انسان تھے اور تعداد میں تم سے کم تھے تو پھر تمہاری شکست کھا جانے کی کیا وجہ ہے؟

اس کا جواب اس رومی سپہ سالار نے بڑا عجیب دیا، اس نے کہا کہ: **من أجل أنهم يقومون الليل و يصومون النهار ويوفون بالعهد و يأمرون بالمعروف و ينهون عن المنكر و يتناصفون بينهم** ''(ان (مسلمانوں) کی فتح اس وجہ سے ہوئی کہ وہ راتوں میں کھڑے ہوکر نماز پڑھتے ہیں اور دن میں روزہ رکھتے ہیں، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہیں، عہد پورا کرتے ہیں اور آپس میں انصاف کرتے ہیں)

اور کہا کہ ''**من أجل أنا نشرب الخمر و نزني و نركب الحرام و ننقض العهد و نغضب و نظلم و نأمر بالسخط و ننهى عما يرضى الله و نفسد في الأرض** '' (ہماری شکست اس وجہ سے ہوئی کہ ہم شرابیں پیتے، زنا کرتے، عہد کو توڑتے، حرام چیزوں کو اختیار کرتے، برائی کو پھیلاتے اور اللہ کی مرضیات سے روکتے، اور زمین میں فساد مچاتے ہیں۔ یہ سن کر رومی بادشاہ ہرقل نے کہا کہ تم نے سچ کہا۔ (۱)

یہ جواب دینے والا کوئی مسجد کا ملا اور (لوگوں کی اصطلاح کے مطابق) مدرسہ کا بانی نہیں بلکہ وہ تو مسلمان بھی نہیں مگر جس چیز کو اس نے دیکھا بھلا وہ اس کی تکذیب کیسے کرسکتا تھا۔

(۱) البدایہ والنہایہ: ۱۵/۷

یہ ظاہر ہے کہ یہ فتح وکامرانی جومسلمانوں کوہوئی اس کے لیے نہ ان کے پاس ایسی فوجی تعداد وطاقت تھی نہ اس کے لیے دیگر اسباب وآلات اور ہتھیار موجود تھے اس کو دیکھ کر اس ایرانی سپہ سالار کو یہ کہنے پر مجبور ہونا پڑا کہ ان کی فتح ان صفات مقدسہ واوصاف قدسیہ کا نتیجہ ہے اوران پاکیزہ اعمال واخلاق کی سحر کاری ہے۔

اندلس کی فتح اوراہل اسلام کا ایمان وتوکل

حضرات صحابہ کے دور کے ایسے واقعات تاریخ وسیر کے سیکڑوں صفحات بلکہ ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں،اورصحابہ کے دور کے بعد بھی جب تک مسلمانوں میں ایمان وتوکل علی اللہ اور تعلق مع اللہ کی صفات موجود تھیں،ایسے واقعات کی کمی نہیں تھی۔

خلیفۃ المسلمین ولید بن عبدالملک کے دور میں طارق بن زیاد جب اندلس کو فتح کرنے سات ہزار کی مختصر فوج لے کر چار بڑی بڑی کشتیوں میں سوار اندلس کے ساحلی علاقہ ''جبل الطارق'' پر اترتا ہے تو باوجود مختصر سی فوج کے اس ساحلی پٹی کو بغیر کسی مزاحمت کے فتح کرتا چلا جاتا ہے،اس وقت اندلس پر جس بادشاہ کی حکومت تھی وہ عیسائی تھا اور عربی تاریخوں میں اس کا نام ''لزریق'' لکھا ہے اور انگریزی تواریخ اس کو''راڈرک'' کے نام سے یاد کرتی ہیں،جب بادشاہ نے یہ دیکھا تو اپنے سپہ سالار تدمیر کے ساتھ تیس ہزار کی فوج کو تمام سازوسامان اور ہتھیاروں سے آراستہ کرکے میدان میں بھیجا،اور دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوتا رہا اور پے در پے کئی لڑائیاں ہوئیں اور ہر موقعہ پر تدمیر اور اس کی فوج کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا،اوران ہزیمتوں نے ان کے حوصلے پست کردیئے،آخرکار تنگ آکر تدمیر نے اپنے بادشاہ راڈرک کو لکھا کہ یہ قوم جس سے ہمیں سابقہ پڑا ہے وہ معلوم نہیں کہاں سے آئی ہے آسمان سے نازل ہوئی ہے یا زمین سے ابلی ہے،لہذا اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ آپ خود اس کی سرکوبی کے لیے آئیں۔

بادشاہ راڈرک نے ستر ہزار کی فوج کے ساتھ اس طرف رخ کیا، اور پہلی فوج کے ساتھ ملکر اس کی تعداد تقریباً ایک لاکھ ہوگئی، جو تمام ہتھیارات سے لیس تھی، اور دوسری طرف مسلمانوں کی فوج ہے جو نہ پورے طور پر ہتھیارات سے لیس ہے اور نہ تعداد میں ان سے کوئی نسبت رکھتی ہے، طارق کے ساتھ سات ہزار افراد آئے تھے، پھر خلیفہ کی طرف سے اور پانچ ہزار کی فوج آکر ان سے مل گئی، اس طرح کل بارہ ہزار کی فوج ہوئی۔ اور دونوں فوجیں وادی لکّہ کے مقام پر اُتریں، اور پھر مقابلہ ہوا اور مسلسل آٹھ دن یہ جنگ چلتی رہی، اور بالآخیر فتح و کامیابی مسلمانوں کے حصہ میں آئی اور عیسائی فوج رسوا و پسپا ہوئی اور خود راڈرک بھی قتل ہوگیا۔ (۱)

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ طارق بن زیاد جب ساحل اندلس پر اُترا تو اس نے اپنی فوج کو سب سے پہلے یہ حکم دیا ہے کہ ان کشتیوں کو جلادو، پھر فوج سے مخاطب ہوکر کہنے لگا کہ اس لیے یہ حکم میں نے دیا ہے کہ تم کو معلوم ہوجائے کہ تمہارے پیچھے سمندر ہے اور آگے طاقتور دشمن ہے، نہ تم آگے جاسکتے ہو، نہ فرار ہونے کے لیے پیچھے جاسکتے ہو، اب صرف خدا کے بھروسہ جہاد کرو اور یہاں اندلس میں اسلام کا پرچم لہراؤ۔

علامہ اقبال نے اسی کو اپنے اشعار میں کہا ہے: ؎

طارق چو بر کنارہ اندلس سفینہ سوخت
گفتند کارِ تو بہ نگاہ خرد خطا ست

(طارق نے جب اندلس کے ساحل پر کشتی جلادی، تو لوگوں نے کہا کہ عقلمند کی نگاہ میں یہ غلط ہے)

---

(۱) تفصیل کے لیے دیکھو: الکامل لابن الاثیر: ۴/۱۶۷-۱۷۷، تاریخ طبری: ۴/۱۱، خلافت اندلس از نواب ذوالقدر جنگ بہادر، ص: ۶۸-۷۶

دوریم از سواد وطن باز چوں رسیم؟

ترکِ سبب زروئے شریعت کجا رواست

(ہم اپنے وطن سے دور ہیں، واپس کیسے جائیں گے؟ اسباب کا ترک کرنا شریعت میں کہاں جائز ہے؟)

خندید و دست خویش بہ شمشیر بردو گفت

ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

(طارق ہنسا اور اپنی تلوار پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ ہر ملک ہمارا ہے کیونکہ وہ ہمارے خدا کا ملک ہے)

غور کرنا چاہئے کہ یہ کونسی طاقت تھی جس نے مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا اور ان کو سربلندی اور عزت عطا کی؟ یہ صرف ایمانی قوت وطاقت تھی اللہ پر اعتماد وتوکل کی برکت تھی اور تعلق مع اللہ کی کرشمہ سازی تھی۔

دین کے بارے میں ہماری افسوس ناک حالت:

مگر جب ہم سے یہ صفات وخصوصیات اور یہ قدسی اوصاف وکمالات رخصت ہوگئے اور ہم خدائی احکامات سے روگردانی، سیرت وسنت رسول اللہ سے بغاوت وسرکشی، نیکیوں سے غفلت ولاپروائی، منکرات ومحرمات میں انہماک ومشغولی اور نفس وشیطان کی اطاعت وپیروی کے عادی ہوگئے تو ہم پر خدائی اصول وقانون اور تقدیرِ الٰہی کے فیصلہ کے مطابق ذلت ونکبت، ضعف وکمزوری، نزول وادبار اور انحطاط وپستی لائی گئی ہے اور ہر قوم کے سامنے ذلیل وخوار پست ہمت ہوچکے ہیں۔

نماز کی اہمیت اور ہماری غفلت:

نماز اسلام کا ایک ایسا رکن وستون ہے جس کے بارے میں اللہ کے رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے اس کو ڈھایا اس نے اسلام کو ڈھادیا۔

مگر آج ہم مسلمانوں میں نماز سے کس قدر غفلت ہے بلکہ اس کو کیسا لایعنی وفضول کام سمجھ رکھا ہے یہ سب کو معلوم ہے۔ غور فرمایئے کہ آج ہماری مسجدوں میں پانچ فی صد مسلمان بھی نہیں آتے اور مسجدیں ویران ہیں۔ اس کے باوجود ہم پر رحمت ہی کے فیصلے ہوں گے؟ یا ذلت ونکبت کے اور انحطاط وپستی کے؟

ظاہر ہے کہ ہم اسلاف کے ستون کو اور خود اسلام کو ڈھا کر فتح ونصرت، رحمت وعزت کے طالب ہوں گے تو ہماری سنی نہیں جائے گی، مسلمان کی دنیوی عزت اور فتح وکامیابی بھی اسلام کے حکموں پر چلنے میں ہے اور نماز ان میں سے اہم ترین حکم ہے۔

حجاج بن یوسف کا ایک مکتوب:

حجاج بن یوسف جو اسلامی سربراہوں اور حاکموں میں سے سب زیادہ ظالم اور ناعاقبت اندیش مشہور رہے، اس نے سندھ کے گورنر محمد بن قاسم فاتح سندھ کے نام ایک خط لکھا جب کہ محمد بن قاسم کا راجہ داہر کی زبردست ہاتھیوں کی فوج سے مقابلہ ٹھن گیا تھا اس خط کو مولانا اکبر شاہ مورخ اسلام کی کتاب ''آئینہ حقیقت نما'' کے حوالہ سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے حیاۃ المسلمین کے مقدمہ کی شرح میں نقل کیا ہے۔ حجاج کے خط کا مضمون یہ ہے:

''پنج وقتہ نماز پڑھنے میں سستی نہ کرو، تکبیر وقرأت، قیام وقعود اور رکوع وسجود میں اللہ تعالیٰ کے روبرو تضرع وزاری کیا کرو، زبان پر ہر وقت ذکر الٰہی جاری رکھو، کسی شخص کو شوکت وقوت خدا تعالیٰ کی مہربانی کے بغیر میسر نہیں ہوسکتی، اگر تم خدا کے فضل وکرم پر بھروسہ رکھو گے تو یقیناً مظفر ومنصور ہوگے۔ (۱)

اس خط کو نقل کر کے حضرت مفتی شفیع صاحب نے لکھا ہے۔

---

(۱) مقدمہ حیاۃ المسلمین: ۳۴

یہ کسی حجرہ نشین ملا کی تلقین یا کسی خانقاہ کی تعلیم نہیں ہے، ایک رعب وداب والے بااختیار امیر (وائسرائے) کا فرمان ہے اور امیر بھی وہ کوئی خلفاء راشدین میں سے نہیں، صلحاء ومتقین میں سے نہیں، سب سے زیادہ بدنام امیر ہے، مگر خداترسی نہ سہی دنیا طلبی اور حکومت وسلطنت کی خواہش ہی کے سبب سہی، اتنی بات پر وہ بھی کامل یقین رکھتا ہے اور اپنے ماتحت حکام کو اس کا فرمان بھیجتا ہے کہ یہ ہماری عبادت نماز، روزہ اور دیگر احکام قرآنیہ کی اطاعت ہی ہمارے فتح وظفر کی روح ہے اور ہماری ہر دینی ودنیوی کامیابی اس میں مضمر ہے۔(۱)

غرض یہ کہ نماز بہت اہم عبادت ہے، اس میں کوتاہی تباہی وہلاکت کا باعث اور انحطاط وذلت کا سبب ہے، مگر امت کا بیشتر حصہ اس سے اس طرح غافل ہے جیسے کوئی معمولی بات ہو۔

۞ حضرت عمر کا حکام کے نام خط

حضرت امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اسلامی مملکت کے تمام عمال وحکام کے نام ایک خط جاری فرمایا تھا، اس میں وہ فرماتے ہیں: "إن أهمّ أَمرِكُم عِندِیْ الصَّلاۃُ ، فَمَنْ حَفِظَهَا و حَافَظَ عَلَیْهَا حَفِظَ دِیْنَه وَ مَنْ ضَیّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا أَضْیَعُ" (میرے نزدیک تمہارے تمام امور میں سب سے اہم کام نماز ہے، جس نے اس کی حفاظت کی اور اس کی پابندی کی اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے اس کو ضائع کیا وہ دوسرے کاموں کو اور زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا)(۲)

۞ ایک صحابی کا حیرت انگیز حال

(۱) مقدمہ حیاۃ المسلمین: ۳۵ (۲) مؤطا امام مالک: ۵

صحابہ میں نماز کی اہمیت کا اس سے اندازہ کیجئے کہ حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ کو اللہ کے رسول ﷺ نے طلب کیا اور فرمایا کہ خالد بن سفیان الھذ لی میرے خلاف لوگوں کو جمع کر رہا ہے تا کہ مجھ سے لڑے ،لہذا تم جا کر اس کو قتل کردو، حضرت عبداللہ بن انیس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ذرا اس کی نشانی بیان کیجئے تا کہ میں اس کو پہچان سکوں ،آپ نے فرمایا کہ جب تم اس کو پاؤ تو اس پر کپکپی دیکھو گے، وہ فرماتے ہیں کہ میں تلوار سے اپنے کو لیس کیا اور نکلا ،جب وہاں پہنچا تو عصر کا وقت ہو چکا تھا ،میں نے سوچا کہ اگر میں اس سے ملوں گا تو ہوسکتا ہے کہ نماز چھوٹ جائے لہٰذا میں نے چلتے چلتے ہی نماز شروع کردی ،اور رکوع وسجدہ کا اشارہ کرتا رہا، پھر آگے کا واقعہ بیان کیا ہے۔(۱)

اللہ اکبر! کیا حال تھا ان حضرات کا کہ اس سخت ترین حالت میں بھی سب سے پہلے نماز کا اہتمام فرماتے ہیں، اس خیال سے کہ کہیں لڑائی میں نماز نہ چلی جائے۔

اس سے ہم کو عبرت لینے کی ضرورت ہے، آج نوجوان لوگ بالخصوص نماز سے جس قدر غافل ہیں، وہ واضح ہے، اس کے باوجود وہ جہاد کی باتیں کرتے ہیں۔

زکوۃ میں کوتاہی کا وبال:

اسی طرح زکوۃ میں کوتاہی، ذلت ورسوائی اور ہلاکت وتباہی کا سبب ہے، جیسا کہ اوپر حدیث گزری ہے کہ جب کوئی قوم زکوۃ دینا بند کردیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر بارانِ رحمت بند کرے گا۔(۲)

قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ نہ کرنے والے لوگوں کے مال کو تباہ وہلاک کردیا جاتا ہے چنانچہ قرآن میں باغ والوں کا قصہ نقل کیا گیا ہے۔

---

(۱) مسند ابو یعلی:۲/۲۰۲، موارد الظمآن : ۱/۱۵۵ ، ابن ابی شیبہ:۲/۲۲۳، تاریخ طبری :۲/ ۲۰۸ ، سیرت ابن ہشام :۶/ ۲۱ (۲) ابن ماجہ:۴۰۰۹

جس کا خلاصۂ تفسیر یہ ہے کہ:

ملک یمن کا حبشہ میں ایک شخص کا باغ تھا وہ اس باغ کے پھل کا ایک بڑا حصہ غریبوں مسکینوں میں صرف کرتا تھا۔ جب وہ مرگیا اوراس کی اولا داس کی وارث ہوئی تو ان لوگوں نے کہا کہ ہمارا باپ احمق تھا کہ اس قدر آمدنی مسکینوں کو دیدیتا تھا اگر یہ سب باقی رہے تو کس قدر فراغت ہوگی۔ چنانچہ ایک مرتبہ قسم کھا کر یہ کہنے لگے کہ کل صبح چل کر باغ کا پھل ضرور توڑلیں گے۔ انشاء اللہ بھی نہ کہا، اورسو گئے، صبح اٹھ کر ایک دوسرے کو چلنے کے لیے پکارنے لگے کہ اپنے کھیت پر سویرے چلو، اگر تم کو پھل توڑنا ہے پھر آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے چلے آئے کہ تم تک کوئی مسکین نہ آنے پائے جب باغ کے پاس پہنچے اور یہ دیکھا کہ باغ تو پورا صاف ہوگیا تھا اور کوئی چیز موجود نہیں ہے جیسے کھیت کو کاٹ لینے کے بعد جلا کر صاف کردیا جاتا ہے تو کہنے لگے ہم راستہ بھول کر کسی اور جگہ آگئے ہیں، پھر جب غور کرنے کے بعد یقین ہوا کہ یہی ہمارے باغ کی جگہ ہے ہم بھولے نہیں ہیں تو کہنے لگے کہ " بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ" کہ ہماری قسمت ہی پھوٹ گئی ہے، پھر آپس میں ایک دوسرے پر ملامت کرنے لگے۔ (۱)

علماء نے تصریح کی ہے کہ ان پر یہ عذاب اسی لیے آیا کہ انہوں نے مساکین کا حق جو اللہ نے فرض کیا ہے وہ ادا نہیں کیا۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں یہ سزا اس سبب سے ہوئی ہے کہ انہوں نے مساکین (کا حق دینے سے) انکار کا ارادہ کیا تھا۔ (۲)

حاصل یہ ہے کہ ہمارے اموال کی تباہی اور دوسروں کا ان پر قبضہ کرلینا یہ سب اس سبب سے ہوتا ہے کہ زکوۃ جیسا اہم فریضہ ہماری کوتاہی وغفلت کی نذر ہوجاتا ہے۔

---

(۱) القلم،:۱۷-۳۲، تفسیر قرطبی: ۲۴۰/۲۰، روح المعانی: ۲۳/۲۹-۲۴، معارف القرآن: ۵۲۶/۸

(۲) قرطبی: ۲۴۰/۲۰

صدقہ گناہ کو اور اللہ کے غصہ کو بجھا دیتا ہے:

اور اس کے بالمقابل جب آدمی اللہ کے راستہ میں خرچ کرتا ہے، زکوٰۃ و صدقات کا اہتمام کرتا ہے تو اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں، اور اللہ تعالے کا غصہ و غضب بجھ جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ" (صدقہ خطاء کو اس طرح بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے)(۱)

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ عَنْ مِيْتَةِ السُّوْءِ" (بلاشبہ صدقہ رب کے غصہ کو بجھاتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے)(۲)

جب اللہ تبارک وتعالے کا غضب وغصہ بجھ جائیگا اور اللہ تعالے گناہوں و خطاؤں کو معاف کردے گا تو ظاہر ہے کہ عذابات کا سلسلہ بھی بند و ختم ہو جائے گا، بلکہ اس کے بجائے نعمتوں کا سلسلہ جاری ہو جائے گا۔

ایک انگریز کا واقعہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب علیہ الرحمہ نے آپ بیتی میں اپنے والد حضرت مولانا یحیی صاحبؒ اور بعض لوگوں کے حوالے سے یہ واقعہ لکھا ہے جو نہایت ہی حیرت انگیز اور قابل عبرت ہے، وہ یہ کہ ضلع سہارنپور میں "بہٹ" سے آگے انگریزوں کی کچھ کوٹھیاں تھیں، اس کے قرب وجوار میں بہت سی کوٹھیاں کاروباری تھیں جن میں ان انگریزوں کے کاروبار ہوتے تھے اور ان کے مسلمان ملازم کام کیا کرتے تھے اور وہ انگریز دہلی، کلکتہ وغیرہ بڑے شہروں میں رہتے تھے، کبھی

(۱) ترمذی:۵۵۸، ابن ماجہ:۳۹۶۳، احمد:۱۳۹۱۹ (۲) ترمذی:۶۶۰

کبھی معائنہ کے طور پر آ کر اپنے کاروبار کو دیکھ جاتے تھے، ایک دفعہ اس جنگل میں آگ لگی اور قریب قریب ساری کوٹھیاں جل گئیں ایک کوٹھی کا ملازم اپنے انگریز آقا کے پاس دہلی بھاگا ہوا گیا اور جا کر واقعہ سنایا کہ ''حضور! سب کی کوٹھیاں جل گئیں اور آپ کی بھی جل گئی'' وہ انگریز کچھ لکھ رہا تھا، نہایت اطمینان سے لکھتا رہا اس نے التفات بھی نہیں کیا۔ ملازم نے دوبارہ زور سے کہا کہ ''حضور! سب جل گیا'' اس نے دوسری دفعہ بھی لاپرواہی سے جواب دے دیا کہ میری کوٹھی نہیں جلی اور بے فکر لکھتا رہا، ملازم نے جب تیسری دفعہ کہا تو انگریز نے کہا ''میں مسلمانوں کے طریقہ پر زکوۃ ادا کرتا ہوں اس لیے میرے مال کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا'' وہ ملازم تو جواب دہی کے خوف کے مارے بھاگا ہوا گیا تھا کہ صاحب کہیں گے کہ ہمیں خبر بھی نہیں کی، وہ انگریز کے اس لاپرواہی سے جواب کو سن کر واپس آ گیا، آ کر دیکھا تو واقع میں سب کوٹھیاں جل چکی تھیں مگر اس انگریز کی کوٹھی باقی تھی۔ (۱)

ایک اور حیرت انگیز واقعہ

ایک واقعہ اسی نوع کا حضرت شیخ الحدیث زکریا صاحب علیہ الرحمہ نے انہی کے ایک متعلق کا نہایت حیرت انگیز بیان کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''مظاہر علوم سہارنپور کے ابتدائی محسنین میں سے ایک صاحب حافظ فضل حق تھے، ان کا تکیہ کلام تھا ''اللہ کے فضل سے، ہر بات میں یہی کہا کرتے تھے کہ اللہ کے فضل سے یہ ہوا، اللہ کے فضل سے وہ ہوا، ایک مرتبہ انہوں نے حضرت مولانا محمد مظہر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے صبح کو یہ عرض کیا کہ حضرت جی! رات تو اللہ کے فضل سے اللہ کا غضب ہو گیا، حضرت بھی یہ فقرہ سن کے ہنس پڑے، اور دریافت کیا کہ حافظ جی! اللہ کے فضل سے

---

(۱) آپ بیتی: ۸۰/۲

اللہ کا کیا غضب ہو گیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ رات میں سو رہا تھا اور مکان میں میں اکیلا ہی تھا، آنکھ کھلی تو دیکھا کہ تین چار آدمی میرے کوٹھے کے کواڑوں کو چمٹ رہے ہیں، میں نے ان سے بیٹھ کر پوچھا کہ ابے تم چور ہو؟ کہنے لگے ہاں ہم چور ہیں، میں نے کہا کہ سنو، میں شہر کے رؤساء میں سے ہوں اور مدرسہ کا خزانہ بھی میرے پاس ہے، اور سارا کا سارا اسی کوٹھے میں ہے، اور یہ تالا جو اس کو لگ رہا ہے چھ پیسہ کا ہے، تمہارے باپ دادا سے بھی نہیں ٹوٹنے کا، تم تو تین چار ہو دس بارہ کو اور بلالو، اور اس تالے کو ٹھکتے رہو، یہ ٹوٹنے کا نہیں، میں نے حضرت جی (حضرت مولانا مظہر صاحب) سے سن رکھا ہے کہ جس مال کی زکاۃ دیدی جائے وہ اللہ کی حفاظت میں ہو جاتا ہے، میں نے اس مال کی زکوٰۃ جتنی واجب ہے اس سے زیادہ دیدی ہے، اس لیے مجھے اس کی حفاظت کی ضرورت نہیں، اللہ میاں اپنے آپ حفاظت کریں گے۔ حضرت جی! اللہ کے فضل سے میں تو یہ کہکر سو گیا، میں جب پچھلے پہر کو اُٹھا تو وہ لپٹ رہے تھے، میں نے کہا کہ ارے میں نے تو کہہ دیا تھا کہ دس بارہ کو اور بلالو، تو اللہ کے فضل سے ٹوٹنے کا نہیں، حضرت جی! یہ کہکر میں تو اللہ کے فضل سے نماز میں لگ گیا اور جب اذان ہو گئی تو میں ان سے یہ کہہ کر کہ میں تو نماز کو جا رہا ہوں، تم اس کو لپٹتے رہو۔

پھر حضرت جی! اللہ کے فضل سے وہ سب بھاگ گئے۔ (۱)

گناہوں سے کلی اجتناب:

ہمارے لیے ایک بہت اہم کام یہ ہے کہ تمام گناہوں کو ترک کر دیں اور ان سے کلی اجتناب کریں، کیونکہ گناہوں کی وجہ سے اللہ کا غصہ بھڑک اُٹھتا ہے، لہذا اس کی رضا وخوشنودی کے لیے ہمیں چاہئے کہ تمام گناہوں کو چھوڑ دیں اور ان سے بچیں،

(۱) آپ بیتی: ۲/۷۸-۷۹

بالخصوص وہ گناہ جن پر اللہ کا غضب زیادہ بھڑکتا ہے۔ میں یہاں ہمارے حالات کے لحاظ سے چند کی جانب اشارہ کرتا ہوں:

گانے بجانے کی لعنت:

مسلم معاشرے کی تباہی اور انحطاط کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ گانا بجانا ان میں عام ہو گیا ہے اور اس سلسلہ میں ان میں اور غیر قوموں میں بظاہر کوئی امتیاز نہیں نظر آتا، حالانکہ اس کی حرمت پر بے شمار دلائل ہیں، اور اس پر سخت ترین وعیدیں بھی ہیں۔ مثلاً:

﴿ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا: يُمْسَخُ قَوْمٌ مِّنْ أُمَّتِي فِيْ آخِرِالزَّمَانِ قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ، قَالُوْا:يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَيَشْهَدُوْنَ أَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَأَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ،قَالَ:نَعَمْ وَيُصَلُّوْنَ وَيَصُوْمُوْنَ وَيَحُجُّوْنَ، قَالُوْا : فَمَا بَالُهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ: اِتَّخَذُوْا الْمَعَازِفَ وَالْقِيْنَاتِ وَالدُّفُوْفَ وَيَشْرَبُوْنَ هٰذِهِ الْاَشْرِبَةَ ، فَبَاتُوْا عَلٰى لَهْوِهِمْ ، فَأَصْبَحُوْا قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ ﴾ (۱)

(ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آخری زمانہ میں میری امت کے کچھ لوگ بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ ہو جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا وہ توحید ورسالت کا اقرار کرتے ہوں گے؟ فرمایا: ہاں، وہ (برائے نام) نماز، روزہ، اور حج بھی کریں گے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر ان کا یہ حال کیوں ہوگا؟ فرمایا: وہ آلاتِ موسیقی، رقاصہ عورتوں اور طبلہ اور سارنگی وغیرہ کے رسیا ہوں گے اور شرابیں پیا کریں گے (بالآخر)

(۱) ابونعیم فی حلیۃ الاؤلیاء: ۱۱۹/۳، ابن ابی الدنیا فی ذم الملاھی: ۷/۱، سعید بن منصور فی السنن کما فی المحلیٰ لابن حزم الظاہری: ۵۶۴/۷

وہ رات بھر مصروفِ لہو ولعب رہیں گے اور صبح ہوگی تو بندر اور خنزیروں کی شکل میں مسخ ہو چکے ہوں گے۔ (معاذ اللہ)

اس حدیث میں ان مسلمانوں کا ذکر کیا گیا ہے جو بظاہر نمازی بھی ہوں گے، روزہ کے پابند بھی ہوں گے اور حج پر حج بھی کریں گے، مگر اسی کے ساتھ گانے بجانے، ناچنے نچانے اور ڈھول باجے اور میوزک وموسیقی کے دلدادہ اور شراب کے عادی اور رسیا ہوں گے، ان کو اللہ تعالیٰ خنزیر اور بندر کی شکل میں مسخ کردیں گے، یہ لوگ رات بھر مصروفِ لہو ولعب رہ کر سوئیں گے اور جو صبح اٹھیں گے تو مسخ شدہ اٹھیں گے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

﴿عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَبِيتُ قَوْمٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى طَعَامٍ وَ شَرَابٍ وَ لَهْوٍ، فَيُصْبِحُوْنَ قَدْ مُسِخُوْا قِرَدَةً وَ خَنَازِيْرَ، وَلَيُصِيْبَنَّهُمْ خَسْفٌ وَ قَذْفٌ حَتّٰى يُصْبِحَ النَّاسُ فَيَقُوْلُوْنَ: خُسِفَ اللَّيْلَةَ فُلَانٌ أَوْ خُسِفَ اللَّيْلَةَ بِبَنِيْ فُلَانٍ، وَلَيُرْسِلَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ الَّتِيْ أَهْلَكَتْ عَاداً بِشُرْبِهِمُ الْخَمْرَ وَأَكْلِهِمُ الرِّبَا وَاتِّخَاذِهِمُ الْقَيْنَاتِ وَلُبْسِهِمُ الْحَرِيْرَ وَ قَطِيْعَتِهِمُ الرَّحِمَ﴾ (۱)

(حضرت ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس امت میں سے ایک قوم حرام کھانے، شراب اور لہو ولعب میں رات گزارے گی، پس صبح کریں گے تو بندروں اور سوروں کی شکل میں مسخ ہو چکے ہوں گے، اور ان کو زمین میں دھنسایا جائے گا اور اوپر سے ان پر پتھر برسائے جائیں گے، یہاں تک کہ لوگ صبح میں کہیں گے کہ رات فلاں کو، فلاں کے بچوں کو زمین میں دھنسا دیا گیا، اور ان لوگوں پر ان کے شراب پینے، سود کھانے، گانے بجانے والیوں کو رکھنے، ریشم پہننے اور رشتہ توڑنے کی

(۱) ذم الملاهي لابن ابي الدنيا: ۱/۶۸

وجہ سے اللہ تعالے وہ سخت ہوا چھوڑے گا جس نے قوم عاد کو ہلاک کیا تھا)

ان حدیثوں سے گانے بجانے کی حرمت صاف طور پر ثابت ہوتی ہے، لہذا ولیمہ یا شادی یا کسی اور تقریب کے موقعہ پر یا بلا تقریب یوں ہی گانا بجانا حرام وناجائز ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں گانا بجانا، رقص وناچ حرام ہے۔ افسوس کہ آج بہت سے دیندار کہلانے والے اور نمازوں اور روزوں کے پابند اور حج پر حج کرنے والے اور عمرے پر عمرے کرنے والے لوگ بھی اپنے گھروں میں ٹی وی رکھ کر اس کا استعمال گانے بجانے اور فلموں اور ناچ ورقص دیکھنے کیلئے کرتے ہیں اور تقریبات، شادیوں اور ولیموں کے موقعہ پر بلا روک ٹوک یہ ساری برائیاں عام ہوچکی ہیں، اور اس سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ موبائیل فون میں بھی گانے بجانے کی سہولت نے نیک کہلانے والوں کو بھی اس میں ملوث کردیا ہے، حتی کہ اس کی وجہ سے مساجد بھی گانے بجانے کی آواز سے محفوظ نہیں رہے۔

اس صورت حال میں ہم اللہ سے مدد ونصرت اور عافیت وراحت کی امید کیسے رکھ سکتے ہیں جبکہ ہمارے کام ایسے ہیں جو اللہ کے عذاب وقہر کو دعوت دے رہے ہیں؟

بے حیائی، فحاشی، عریانی اور خدائی عذابات:

ایک اور خاص بات جس میں آج بہت زیادہ غفلت برتی جارہی ہے یہ ہے کہ بے حیائی، عریانی اور فحاشی عام ہوگئی ہے۔ اور یہ وہ چیز ہے جس سے خدا کا غضب بھڑک اٹھتا ہے اور خدا کی غیرت کو جوش آتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس قوم میں بے حیائی عام ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اس میں طاعون پھیلا دیتے ہیں۔ (۱)

محدث ابن ابی الدنیا نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

(۱) الکبائر: ۳۵

ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک شخص نے کہا کہ زلزلہ کے بارے میں بیان فرمائیے، تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ جب لوگ زنا کو مباح کام کی طرح بے باکی سے کرنے لگتے ہیں اور شرابیں پیتے ہیں اور معازف (باجے) بجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو آسمان پر غیرت آتی ہے اور زمین کو حکم فرماتے ہیں کہ ان کو ہلا ڈال۔(۱)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں زلزلہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! یہ کیا ہے؟ تم نے کس قدر جلدی نئی نئی باتیں ایجاد کر لی ہیں؟ اگر دوبارہ ایسا ہوا تو میں تمہارے درمیان نہیں رہوں گا۔(۲)

اور جعفر بن برقان کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے (تمام شہروں میں) لکھ بھیجا کہ "**إن هذا الرجف يعاقب الله به العباد ، وقد كتبت إلى الأمصار أن يخرجوا يوم كذا من شهر كذا ،فمن كان عنده شيء فليتصدق**" (یہ زلزلہ اللہ کا عقاب ہے جس سے وہ بندوں کو سزا دیتا ہے، میں نے تمام شہروں میں لکھ بھیجا ہے کہ وہ فلاں دن فلاں مہینہ میں (دعاء کے لیے) نکلیں اور جس کے پاس کچھ ہو وہ صدقہ بھی دے)(۳)

بے حیائی کا تباہ کن نتیجہ ایڈز اور سوزاک اور آتشک:

مذکورہ بالا حدیث کے مطابق بے حیائی اور فحاشی کے نتیجہ میں ایسی ایسی بیماریاں جنم لے رہی ہیں جن کا پہلے لوگوں کو کوئی علم نہ تھا یا ایسی بیماریاں وجود میں آرہی ہیں جن کا کوئی علاج نہیں۔ بے حیائی کے نتیجہ میں سوزاک جیسی مہلک بیماری میں انسان مبتلا ہو جاتا ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک بار سوازک ہمیشہ کے لیے سوزاک ہے۔ یہ پیشاب کی نالی کا ایک زخم ہے جو کبھی سوکھنے کا نام نہیں لیتا بلکہ ڈاکٹروں کے بقول یہ متعدی امراض میں سے ہے۔ اسی طرح آتشک بھی ہے، ڈاکٹر ہوکر اپنی کتاب (LAWS OF SEX) جنسی قوانین میں لکھتا ہے

(۱) العقوبات لابن ابی الدنیا:۲۹ (۲) العقوبات لابن ابی الدنیا:۳۱ (۳) العقوبات:۳۲

کہ تیس اور چالیس ہزار کے درمیان میں بچوں کی اموات صرف موروثی آتشک کی بدولت ہوتی ہیں۔ دق کے سوا تمام امراض سے جتنی موتیں واقع ہوئی ہیں ان میں سب سے زیادہ تعداد ان اموات کی ہے جو آتشک کی بدولت ہوتی ہیں۔ سوزاک کے متعلق ماہرین کا کم سے کم تخمینہ یہ ہے کہ ۶۰ فیصدی جوان اشخاص اس مرض میں مبتلا ہیں جن میں شادی شدہ بھی ہیں اور غیر شادی شدہ بھی۔ امراض نسوان کے ماہرین کا متفقہ بیان ہے کہ شادی شدہ عورتوں کے اعضاء جنسی پر جتنے آپریشن کیے جاتے ہیں ان میں ۷۵ فیصدی ایسی نکلتی ہیں کہ جن میں سوزاک کا اثر پایا جاتا ہے۔ (۱)

یہ سب حالات کیوں اور کس وجہ سے ہیں؟ اس کا جواب یہی ہے کہ بے حیائی اور فحاشی کی وجہ سے ہے جیسا کہ خود ڈاکٹروں اور ماہرین کا فیصلہ ہے۔

اسی طرح ایڈز جیسی مہلک وخطرناک بیماری کے متعلق ماہرین طب کا نظریہ بلکہ فیصلہ یہ ہے کہ اس کا بڑا سبب رگوں سے نشہ آور چیزوں کا استعمال اور جنسی اختلاط وکثرت ہے، خواہ یہ ہم جنسی کی شکل میں ہو یا بلا امتیاز ہر قسم کی عورتوں سے جنسی تعلق قائم کرنے کی شکل میں ہو۔ اسی طرح عورتوں کو بھی یہ بیماری لاحق ہوتی ہے جب کہ زیادہ مردوں سے جنسی تعلق قائم کریں۔

امریکی ڈاکٹروں کے مطابق امریکہ میں (جہاں بے حیائی وفحاشی اپنے عروج کو پہنچی ہوئی ہے) تیس ہزار سے زیادہ افراد ایڈز کے مرض میں مبتلا ہیں، اور امریکی محکمۂ صحت کا اندازہ ہے کہ اس وقت امریکہ میں دس لاکھ سے زیادہ افراد ایڈز کے جراثیم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں، افریقہ میں بیس لاکھ سے پچاس لاکھ تک کی تعداد ایڈز میں مبتلا ہے امریکہ کے محکمۂ صحت کے سکریٹری اوٹس باون کا کہنا ہے کہ اگر ہم بیماری کی روک تھام میں کوئی موثر پیش رفت نہ کر سکے تو آئندہ دس سال کے

(۱) بحوالہ ماسونیت کیا ہے تالیف ڈاکٹر عبدالرحمان عمیرہ، ترجمہ اسعد الاعظمی: ۷۸

اندر دنیا کے کروڑوں افراد کے لیے ایک عالم گیر پیغام موت کا خوف ناک اندیشہ پیدا ہو گیا ہے اور اس کا اب تک کوئی کامیاب علاج دریافت نہیں ہوا ہے۔(۱)

ان بیانات پر نظر ڈالئے اور فیصلہ کیجئے کہ کیا یہ ایک خدائی عذاب نہیں ہے جو فحاشی و عریانی اور بے حیائی کی بدولت لوگوں پر آیا ہے۔

ہندوستان میں بھی بہت سے لوگوں میں یہ مرض تشخیص ہوا ہے اس سے ڈرنا چاہئے اور اس بے حیائی سے باز آنا چاہئے۔

عورتوں کی بے پردگی:

اور اس میں زیادہ دخل عورتوں کی بے پردگی کو ہے۔ آج ہمارے اندر سے پردہ بالکل رخصت ہو گیا ہے اور ہے بھی تو وہ اسلامی و شرعی پردہ نہیں بلکہ ایک فیشن ہے جس سے اسلام کا مقصد قطعاً پورا نہیں ہوتا، اسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والی لڑکیاں جس قدر بے حیائی و بے پردگی میں مبتلا ہیں وہ کہنے کے لائق نہیں، اور نہ اس کے کہنے کی ضرورت ہے، اور حد یہ ہے کہ اس بے حیائی کا نام خوش اخلاقی و بلند خیالی اور روشن دماغی رکھا گیا ہے۔

اس کے ساتھ خدا سے یہ شکوہ بھی ہے کہ ہم پر رحمت و نصرت نہیں کی جاتی اور ہمیں عزت و سر بلندی سے ہمکنار نہیں کیا جاتا؟ غور کیجئے اس حالت کے ساتھ رحمت و نصرت کے سلامتی و امن کے عزت و سر بلندی کے فیصلے کیسے ہو سکتے ہیں؟

ٹیلی ویژن کے خطرناک جراثیم:

اس بے حیائی کے بڑھتے ہوئے سیلاب میں ٹیلی ویژن کا سب سے زیادہ دخل ہے، اس کی تصویروں اور خطرناک پروگراموں نے چند سالوں میں وہ کچھ کر کے دکھایا ہے جو سیکڑوں سالوں میں بھی نہیں کیا جا سکتا، لوگ شرم و حیاء، غیرت و وقار کھو بیٹھے،

---

(۱) امریکی رسالہ ٹائم مورخہ ۶ فروری ۱۹۸۷ بحوالہ البلاغ کراچی رجب ۱۴۰۷

عفت و پاک دامنی سے ہاتھ دھو بیٹھے اور حیاسوز، اخلاق سوز، انسانیت سوز افعال وحرکات علی الاعلان کرنے میں بھی کوئی باک نہ رہا۔ ان چیزوں کی وجہ سے یورپی ممالک کا حال کیا ہوا؟ اس کا کچھ اندازہ درجہ ذیل بیانات سے ہوسکتا ہے جج بن لنڈ سے لکھتا ہے: امریکہ میں بچے از وقت بالغ ہونے لگتے ہیں اور بہت کچی عمر میں ان کے اندر صنفی احساسات بیدار ہوجاتے ہیں۔ (۱)

امیلپو ریسی لا(EMILE POURCISY)اپنی ایک رپورٹ میں لکھتا ہے:

''یہ گندے فوٹوگراف لوگوں کے حواس میں شدید ہیجان واختلال برپا کرتے ہیں اور اپنے بدقسمت خریداروں کو ایسے ایسے جرائم پر اکساتے ہیں جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں لڑکوں اور لڑکیوں پر انکا تباہ کن اثر حد بیان سے زیادہ ہے بہت سے مدرسے اور کالج انہی کی بدولت اخلاقی اور جسمانی حیثیت سے برباد ہوچکے ہیں خصوصاً لڑکیوں کے لیے کوئی چیز اس سے زیادہ غارت نہیں ہوسکتی۔ (۲)

جج بن لنڈ سے کہتا ہے: ''ہائی اسکولوں کی کم عمر والی ۴۹۵ لڑکیاں جنہوں نے خود مجھ سے اقرار کیا کہ ان کو لڑکوں سے صنفی تعلقات کا تجربہ ہوچکا ہے کہ ان میں صرف ۱۲۵ ایسی تھیں جن کو حمل ٹھہر گیا تھا۔ باقیوں میں سے بعض اتفاقاً بچ گئی تھیں لیکن اکثر کو منع حمل کی موثر تدابیر کا کافی علم تھا۔ یہ واقفیت ان میں اتنی عام ہوچکی ہے کہ لوگوں کو اس کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔ (۳)

یہ حالت تصویر کا نتیجہ قرار دی گئی ہے اور ٹیلی ویژن کا معاملہ تو اس سے بھی آگے ہے اس کو اس پر قیاس کر کے دیکھ لیں۔

غرض یہ کہ ٹیلی ویژن کے خطرناک جراثیم لوگوں کے دلوں اور دماغوں

---

(۱) ماسونیت کیا ہے: ۴۷ (۲) ایضاً ۵۷ (۳) ماسونیت کیا ہے ۷۶

کوخراب کر چکے ہیں جس سے فحش و بے حیائی عام ہوتی جارہی ہے مگر افسوس کہ آج مسلمان بھی یہ کہتے نہیں شرماتا کہ ٹیلی ویژن سے ہماری زندگی وابستہ ہے۔اس کے باجود رحمت کی امید، سراسر حماقت اور دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے۔

عیش پرستی کا نتیجہ:

ہماری تباہی وانحطاط کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم اپنے دنیا میں آنے کا سب سے بڑا اور عظیم مقصد عیش وراحت کی دنیوی زندگی کو قرار دے چکے ہیں ،لہذا ہم زندگی کی آسانیوں، سامان راحت میں واشگافیوں اوران میں نازک خیالوں کے پیچھے پڑ گئے ہیں اوران میں ترقی، ہر قسم کی نفاست میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا اور ایک دوسرے پر فخر کرنا ہمارا محبوب مشغلہ بن گیا ہے۔ دنیا کی فانی چیزوں میں بہترین صناعی اور سامان آرائش وراحت میں نزاکتیں تلاش کرنا ہمارا اہم ترین کام ہوگیا ہے مختلف تراش خراش اور نئے نئے فیشن کی چیزوں کے لیے اسفار کرنا، بازاروں کے متعدد گشت کرنا اور اس کے لیے بڑی بڑی رقمیں خرچ کرنا ہمارا سب سے بڑا فخر اور ہماری عزت کا سب سے بڑا ذریعہ ہوگیا ہے۔ کھانے پینے کی مختلف قسموں کی فکر،انواع واقسام کے کپڑوں کا خیال، اوراچھے اچھے گھر، اونچے اونچے کوٹھوں اور نفیس بنگلوں پر نظر ہی ہمارا اوڑھنا اور بچھونا بن گیا ہے، ہم میں سے معمولی وادنی آدمی بھی اس شخص کو عزت نہیں دیتا جس کے پاس اچھا گھر، خوش خوراک، بہترین سواری، کھانے پینے کے تکلفات اور لباس وپوشاک میں نزاکت وتجمل نہ ہو،غرض یہ کہ ہم پورے طور پر عیش پرستی اور فانی لذت اندوزی میں خطرناک حد تک ملوث ہو چکے ہیں اور اس کی وجہ سے آخرت سے غفلت، خدا اور رسول کی تعلیمات سے بے پروائی میں مبتلا اور حلال وحرام کی تمیز سے خالی وعاری ہو چکے ہیں۔ یہ وہ خطرناک حد ہے جس پر پہنچتے ہی پہلے بڑی بڑی قوموں کو ہلاک وتباہ

کردیا گیا تھا یہ آیت ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں:

﴿وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا، فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيْلاً﴾ [القصص: ۵۸]

(اور ہم بہت سی بستیاں ہلاک کر چکے ہیں جو اپنے سامان عیش پر نازاں تھے سو یہ ان کے گھر ہیں کہ ان کے بعد آباد ہی نہ ہوئے مگر تھوڑی دیر کے لیے)

ایک اور آیت میں فرمایا گیا ہے کہ:

﴿وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيْراً﴾ [الإسراء: ۱۶]

(ترجمہ: اور جب ہم کسی قریہ والوں کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے عیش پسند لوگوں کو حکم دیتے ہیں، پس وہ اس میں گناہ کرتے ہیں، پھر ان پر اللہ کا قول ثابت ہوجاتا ہے، پس ہم ان کو ہلاک کردیتے ہیں)

لہٰذا اس سے دور ہو کر خدا کے حضور توبہ کرنا چاہیئے تا کہ ہم کو ذلت و رسوائی، پستی و انحطاط کے مہیب غار سے نکال کر عزت و سربلندی عطا کی جائے۔

اتفاق و اتحاد:

قرآن و حدیث سے ایک بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں کا قرآن و سنت کی بنیاد پر آپسی اتفاق و اتحاد ان کی کامیابی کے اصولوں میں سے ایک اہم اصول ہے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْراً لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ، وَأَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ وَلاَ تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ،إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ [الانفال: ۴۵-۴۶]

(ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم دشمن کی جماعت سے مقابل ہو تو ثابت قدم

رہو، اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرو تا کہ تم کامیاب ہو، اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، اور آپس میں اختلاف مت کرو ورنہ تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی، اور صبر سے رہو بلا شبہ اللہ تعالے صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)

نیز فرمایا گیا کہ: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّلاَ تَفَرَّقُوْا﴾ [آل عمران:۱۰۳] (ترجمہ: اور تم سب کے سب اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑلو اور آپس میں اختلاف نہ کرو)

اور احادیث میں بھی یہ مضمون وضاحت کے ساتھ آیا ہے، چند احادیث پیش کرتا ہوں:

(۱) ایک حدیث حضرت نعمان بن بشیرؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ " تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَ تَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكٰى عُضْواً تَدَاعىٰ لَهٗ سَائِرُ جَسَدِهٖ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى "(تو مسلمانوں کو دیکھے گا کہ وہ آپس میں محبت کرنے، رحم کرنے اور شفقت کرنے میں ایسے ہیں جیسے جسم کہ اسکے ایک عضو میں تکلیف ہو تو بدن کے سارے اعضاء بخار اور بے خوابی میں اسکا ساتھ دیتے ہیں)(۱)

(۲) ایک حدیث میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ " اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا "(ایک مسلمان دوسرے کے لیے ایسا ہے جیسے عمارت کہ اسکا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے)، یہ کہکر آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا)(۲)

پہلی حدیث میں امت مسلمہ کو ایک جسم کی طرح قرار دیا ہے اور اس کے افراد

---

(۱) بخاری :۵۵۵۲، مسلم :۴۶۷۵، مسند احمد:۱۷۶۴۸ (۲) بخاری:۵۵۶۷، مسلم :۴۶۸۴، ترمذی:۱۸۵۱، نسائی:۲۵۱۳، احمد:۱۸۷۹۸

کو بدن کے اعضاء کی طرح فرمایا ہے اور بتایا کہ جس طرح جسم کا ایک عضو دکھ اور درد محسوس کرتا ہے تو دوسرے اعضاء بھی بے چین ہوتے اور بے خوابی اور بخار میں سب اسکا ساتھ دیتے ہیں۔اسی طرح امت مسلمہ کا حال ہے کہ اس کا ایک فرد بھی دکھ و درد میں مبتلا ہو تو دوسرے افرادِ امت بھی بے چین ہو جاتے ہیں یہ اتحاد کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

اسی دوسری حدیث میں امت مسلمہ کو ایک دیوار یا عمارت کے مانند قرار دیا ہے اور اس کی اینٹوں سے امت کے افراد کو تشبیہ دی ہے کہ جس طرح دیوار کی ایک اینٹ دوسری اینٹ سے ملکر مضبوط دیوار بن جاتی ہے اسی طرح امت کے افراد جب متحد و متفق ہوں تو سیسہ پلائی دیوار کی طرح مضبوط ہوتے ہیں،لہذا افرادِ امت کو اس طرح ایک دوسرے کا تعاون کرنا اور ایک دوسرے کی تقویت کا ذریعہ بننا چاہیئے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دینی رشتہ خونی رشتہ سے بھی مضبوط ہوتا ہے، چنانچہ اسلام نے مختلف خاندانوں اور قبیلوں کو مختلف مما لک اور مختلف زبانوں اور مختلف رنگ کے لوگوں کو دین اسلام کے ایک ایسے مضبوط رشتہ میں جوڑ دیا جو تمام رشتوں وتعلقات پر بھاری ہے اور سب سے زیادہ مضبوط بھی۔

اس لیے اسلام کو ماننے والے تمام لوگوں میں آپس میں محبت و مؤدت ہونا چاہیئے، آپس میں اتفاق واتحاد ہونا چاہیئے،ایک دوسرے سے ہمدردی وغمخواری کا جذبہ ہونا چاہیئے،خواہ رنگ ونسل میں،حسب ونسب میں،جغرافیائی وعلاقائی اعتبار سے وہ مختلف کیوں نہ ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اتفاق واتحاد کے بغیر دشمن پر ہم اثر انداز نہیں ہو سکتے، اس میں کوئی شک نہیں کہ آج اس امت کی شیرازہ بندی اور اس کا اتفاق واتحاد سب سے بڑی ضرورت ہے،لہذا مختلف مکاتب فکر کے لوگ اگر اپنے اپنے نظریات پر قائم رہتے ہوئے اسلام کی تقویت اور ملت اسلامیہ کی جمعیت کی خاطر اتفاق واتحاد قائم

کرلیں تو یہ قوت اتنی زبردست قوت ہوگی جس کا صحیح اندازہ امت کی صفوں کے اندر موجود انتشار و پراگندی کی اس فضا میں نہیں کیا جاسکتا۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

ہمارے مسائل میں روز بروز اضافہ اور مصائب و بلیات میں دن بدن کثرت کی ایک وجہ یہ ہے کہ آج امت بحیثیت امت ایک اہم ترین فریضہ کو بھلا کر اس سے غفلت کے بدترین جرم کا ارتکاب کر رہی ہے ،اور وہ ہے دعوت الی اللہ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا کام ،ہاں کہیں کہیں اللہ کے بندے اس کام میں لگے ہوئے ہیں ،جو آٹے میں نمک کے برابر ہوں گے ،الغرض ہم اس اہم کام سے غفلت و لاپروائی کے مجرم ہیں ،اور منجملہ اسباب مصائب ،ایک سبب احادیث میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ امت امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور دعوت الی اللہ کا کام چھوڑ بیٹھے۔

(۱) حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ " سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُوْنُ فِيْ قَوْمٍ يَعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِيْ يَقْدِرُوْنَ عَلٰى أَنْ يُغَيِّرُوْا عَلَيْهِ ، وَلَا يُغَيِّرُوْنَ إِلَّا أَصَابَهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ أَنْ يَمُوْتُوْا "(اگر کسی قوم میں کوئی شخص گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ قوم اس کو روکنے پر قدرت بھی رکھتی ہے مگر اس کو روکتی نہیں تو اللہ ان پر دنیا ہی میں مرنے سے پہلے عذاب بھیج دیتا ہے)(۱)

(۲) حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ " وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَاباً مِّنْ عِنْدِهٖ، ثُمَّ

(۱) صحیح ابن حبان: ۱/۷ ۵۳۳، موارد الظمآن: ۱/۵ ۴۵۵، ابو داؤد: ۶ ۷ ۷ ۳، السنن الواردۃ فی الفتن: ۳/ ۶۹۴)

لَتَدْعُوْنَهٗ فَلَا يُسْتَجِيْبُ لَكُمْ ''(قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ یا تو تم امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے رہو، یا عنقریب اللہ تعالے تم پر اپنا عذاب بھیج دے گا، پھر تم دعائیں بھی مانگو تو وہ قبول نہ کرے گا)(۱)

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن اللہ کے نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے، تو میں نے آپ کے چہرہ پر محسوس کیا کہ آپ کو کوئی پریشانی پیش آئی ہے، آپ نے وضو کیا اور کسی سے کوئی بات نہیں کی اور مسجد میں منبر پر تشریف فرما ہوئے، میں حجرے کی دیوار سے لگ کے سننے لگی کہ کیا فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ '' يَآ أَيُّهَا النَّاسُ ! إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لَكُمْ : مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ قَبْلَ أَنْ تَدْعُوْنِيْ فَلاَ أُجِيْبُ لَكُمْ وَ تَسْأَلُوْنِيْ فَلاَ أُعْطِيَكُمْ وَتَسْتَنْصِرُوْنِيْ فَلاَ أَنْصُرُكُمْ ''(اے لوگو! اللہ تعالے فرماتے ہیں کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو اس سے پہلے کہ تم مجھ سے دعائیں کرو اور میں قبول نہ کروں، اور تم مجھ سے مانگو اور میں تم کو نہ دوں، اور تم مجھ سے مدد چاہو اور میں تمہاری مدد نہ کروں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اس سے زیادہ آپ نے کچھ نہیں فرمایا، پھر منبر سے اُتر گئے۔ (۲)

ان احادیث سے واضح طریقہ پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ترک کر دینا ایک ایسی سخت ترین غلطی اور بڑا جرم ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالے اپنی مدد ونصرت کے دروازے امت پر بند فرما دیتے ہیں، اور دعاؤں کی قبولیت موقوف ہو جاتی ہے، اور حاجت کا سوال بھی رد کر دیا جاتا ہے۔

---

(۱) ترمذی: ۲۰۹۵، سنن بیہقی: ۹۳/۱۰، شعب الایمان: ۸۴/۶، مسند احمد: ۳۸۸/۵، السنن الواردۃ فی الفتن: ۶۹۵/۳ (۲) صحیح ابن حبان: ۵۲۶/۱، موارد الظمآن: ۴۵۵/۱، مسند احمد: ۱۵۹/۶، الترغیب: ۱۶۴/۳

معلوم ہوا کہ ہماری مصیبتوں کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ ہم نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ترک کر دیا ہے، لہذا اب تو اس پر توجہ دینی کی کوشش ہونی چاہیئے، آج اس میں کیا شبہ وشک کی گنجائش ہے کہ ہم اپنے ہی گھروں اور اپنے لوگوں میں دین کو پامال ہوتے اور اسکی توہین وتنقیص ہوتے خود ہی مشاہدہ کرتے ہیں، نمازوں، روزوں، اور دیگر اسلامی احکامات کا کھلواڑ کیا جاتا ہے اور ہم بلا کسی ادنی سے تغیر کے بلکہ بڑی خوش دلی کے ساتھ ان لوگوں کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے رہتے ہیں اور ہمیں کوئی غیرت اللہ کے دین کے سلسلہ میں نہیں آتی، کیا اس کے باوجود اللہ کی مدد ونصرت اور اللہ کے انعامات ورحمتیں ہماری جانب متوجہ ہوسکتی ہیں؟

نیز اسی امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں بدرجہ اولی یہ بھی داخل ہے کہ غیر مسلم بھائیوں اور برادران وطن کو بھی اسلام سے روشناس کرانے اور اسلام کے بارے میں ان کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کی جانی چاہیئے تا کہ ان کی غلط فہمیاں دور ہوں اور اسلام کی صحیح وسچی تصویر ان کے سامنے آئے، اور وہ اس کو قبول کر سکیں۔

تدبیر وحکمت:

تیسری بات یہ کہ انسان پر پیش آنے والے مصائب وحالات دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک وہ جن کا تدارک ومقابلہ کرنے کے لیے ہمارے پاس کوئی سبیل و تدبیر ہوتی ہے اور دوسرے وہ جن میں ہمارے پاس کوئی سبیل وتدبیر نہیں ہوتی، جن حالات کے دفعیہ کے لیے ہمارے پاس کوئی سبیل وراستہ ہو اس میں حکم یہ ہے کہ ہم اس سبیل وتدبیر وحکمت کو اختیار کریں اور اسی کے ساتھ ساتھ تدبیر وحکمت میں کامیابی کے لیے اللہ تعالے سے دعاء والتجاء کریں۔ مثلاً بیماری ہے تو علاج کرائے، بھوک لگی ہے تو کھانا کھائے، پیاس میں پانی پیئے، دشمن کے حملہ کے وقت اس کا مقابلہ کرے، وغیرہ، اللہ کے پیدا کردہ اسباب کو اختیار نہ کرنا اور ترک اسباب کے ساتھ

محض توکل و دعاء کرنا شریعت وسنت کے خلاف ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام نے اللہ کے بنائے ہوئے اسباب کو ضرورت پر اختیار کیا ہے، ہاں اسی کے ساتھ اللہ سے دعائیں بھی کرنا بھی سنت ہے۔

یہ مسئلہ قرآن وحدیث کی تعلیمات سے واضح ہے، مثلاً فرمایا کہ

﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَّ مِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَاٰ خَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ ، لَاتَعْلَمُونَهُمْ، اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ﴾ [الانفال: ٦٠]

(ترجمہ: اور ان سے مقابلے کے واسطے جس قدر ہو سکے قوت اور پلے ہوئے گھوڑوں میں سے جمع کرو تاکہ اس سے دھاک بٹھاؤ اللہ کے اور اپنے دشمنوں پر اور دوسروں پر جن کو تم نہیں جانتے اور اللہ ان کو جانتا ہے)

اس آیت میں اہل اسلام کو تدبیر کرتے ہوئے اپنی قوت کو مضبوط و مجتمع کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ دشمن کا مقابلہ کیا جا سکے، اور اپنی دفاعی پوزیشن مضبوط کی جا سکے۔

مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"سامان جنگ کی طیاری کرو کفار کے لیے جس قدر تم سے ہو سکے اس میں سامان جنگ کی طیاری کے ساتھ "ما استطعتم" کی قید لگا کر یہ اشارہ فرما دیا کہ تمہاری کامیابی کے لیے یہ ضروری نہیں کہ تمہارے مقابل کے پاس جیسا اور جتنا سامان ہے تم بھی اُتنا ہی حاصل کرلو، بلکہ اتنا کافی ہے کہ اپنی مقدور بھر جو سامان ہو سکے وہ جمع کرلو تو اللہ تعالے کی نصرت و امداد تمہارے ساتھ ہوگی، اس کے بعد اس سامان کی کچھ تفصیل اس طرح فرمائی "من قوۃ" یعنی مقابلہ کی قوت جمع کرو، اس میں تمام جنگی سامان، اسلحہ، سواری وغیرہ بھی داخل ہیں اور اپنے بدن کی ورزش فنون جنگ کا سیکھنا بھی، قرآن کریم نے اس جگہ اس زمانے کے مروجہ ہتھیاروں کا ذکر نہیں فرمایا

بلکہ قوت کا عام لفظ اختیار فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ قوت ہر زمانہ اور ہر ملک و مقام کے اعتبار سے مختلف ہو سکتی ہے، اس زمانے کے اسلحہ تیر، تلوار، نیزے تھے، اس کے بعد بندوق توپ کا زمانہ آیا، پھر بموں اور راکٹوں کا وقت آ گیا، لفظ قوت اب سب کو شامل ہے۔اس لئے آج کے مسلمانوں کو بقدرِ استطاعت ایٹمی قوت، ٹینک، اور لڑاکا طیارے آب دوز کشتیاں جمع کرنا چاہئے کیونکہ یہ سب اسی قوت کے مفہوم میں داخل ہیں، اور اس کے لیے جس علم وفن کو سیکھنے کی ضرورت پڑے وہ سب اگر اسی نیت سے ہو کہ اس کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں سے دفاع کا اور کفار کے مقابلہ کا کام لیا جائے گا تو وہ بھی جہاد کے حکم میں ہے۔(۱)

مگر اس سلسلہ میں ایک بات ذہن میں آتی ہے کہ یہ کام عوام الناس کا نہیں کہ وہ اس سلسلہ میں قوت کو جمع کریں، کیونکہ یہ بات ان کے اختیار سے باہر ہے، کوئی ملک اپنی رعایا کو اس کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ یہ اسباب جمع کریں، حتی کہ اسلامی ملک بھی اس کی عوام کو اجازت نہیں دیتا، اور بالخصوص موجودہ دور میں اس کا کوئی امکان بھی نظر نہیں آتا کہ عوام الناس یہ کام کریں، لہذا اس آیت کا تعلق اسلامی حکومتوں اور اس کے ذمہ داروں اور سیاسی عہدے داروں سے ہونا چاہئے۔

ہاں البتہ حفاظت خود اختیاری کا سامان اور اس کے لیے مشق وتربیت ہر انسان کا ایک فطری حق ہے، اور خود ہر ملک کے قوانین میں اس کی اجازت بھی ہے، قوانین کے دائرہ میں رہتے ہوئے ان کو اختیار کیا جائے، لہذا اس کا اہتمام کرنا بھی ہمارا حق و فرض ہے۔

بہر حال ان تدابیر کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع بھی ضروری ہے تا کہ تدبیر میں جان پڑ جائے اور وہ کامیاب ہو، اسی لیے اللہ تعالے نے فرمایا کہ:

---

(۱) معارف القرآن: ۲۷۲/۴

﴿ يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْراً لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ، وَأَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ وَلاَ تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ،إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [الانفال: ۴۵-۴۶]

(ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم دشمن کی جماعت سے مقابل ہوتو ثابت قدم رہو، اور کثرت سے اللہ کا ذکر کروتا کہ تم کامیاب ہو، اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، اور آپس میں اختلاف مت کرو ورنہ تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی ،اور صبر سے رہو، بلا شبہ اللہ تعالے صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)

اس آیت میں ایک طرف اگر یہ حکم دیا گیا ہے کہ کفار کے مقابلے کے وقت ثابت قدمی کا مظاہرہ کرواور یہ کہ آپسی اختلاف نہ کروتو دوسری جانب یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اللہ کو یاد کرو، اور اللہ ورسول کی اطاعت کروتا کہ تم کو کامیابی ملے، اور یہ ثابت قدمی کا مظاہرہ اور اختلاف سے بچنا ظاہری تدابیر ہیں۔ معلوم ہوا کہ تدبیر اختیار کرنے کی تعلیم بھی دی گئی ہے اور اللہ سے تعلق اور اس کی جانب رجوع وانابت کا حکم بھی دیا گیا ہے۔

نبی علیہ السلام کا اسوہ:

جب نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کی ایک مختصر اور چھوٹی سی ۳۱۳ افراد پر مشتمل جماعت کولیکر غزوۂ بدر میں تشریف لے گئے تو وہاں میدان جنگ میں ایک کنارے پر آپ اللہ سے مناجات ودعاء میں مشغول ہو گئے ،اور قبلہ رو ہوکر اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر یہ دعاء فرمارہے تھے ”اے اللہ آپ نے جو مجھ سے وعدہ فرمایا ہے وہ پورا کردیجئے ، اے اللہ! اگر مسلمانوں کی اس جماعت کو آپ نے ہلاک کردیا تو پھر اس زمین پر کوئی آپ کی عبادت کرنے والا نہیں رہیگا، آپ ﷺ مسلسل دعاء میں مشغول تھے کہ آپ کے کندھوں سے چادر گر پڑی ، یہ دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آپ کو چادر

اُڑھادی اور پیچھے سے آپ کو چمٹ گئے اور عرض کیا کہ اے نبی اللہ! اپنے رب سے یہ مناجات بس کیجئے، اللہ آپ کا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔(۱)

دیکھئے ایک طرف آپ میدان میں آئے ہیں اور دوسری جانب آپ اللہ کی طرف متوجہ ہیں اور دعائیں فرماتے ہوئے التجائیں کررہے ہیں اور اللہ سے اپنا وعدہ پورا فرمانے کی درخواست کررہے ہیں۔

یہی مومن کی شان ہے کہ وہ صرف اسباب پر بھروسہ نہیں کرتا، بلکہ مسبب الاسباب پر اعتماد وتوکل کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اسباب میں کوئی طاقت نہیں، طاقت تو اللہ کے پاس ہے۔

رجوع الی اللہ اور ذکر ودعاء کا اہتمام:

اور جن حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمارے پاس کوئی تدبیر نہ ہو یا ہم اس تدبیر پر اختیار نہ رکھتے ہوں وہاں تو بدرجہ اولی صرف ایک ہی صورت ہے کہ اللہ کی طرف رجوع وانابت اور اس سے دعاء والتجاء کریں۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل نے فرعون کے مظالم سے نجات حاصل کرنا چاہی تو یہی کام کیا تھا، قرآن میں ان کے قصے میں آیا ہے کہ:

”حضرت موسی علیہ السلام پر شروع میں ان کی قوم کے تھوڑے ہی لوگ ایمان لائے کیونکہ فرعون اور حکام کا ان کو ڈر تھا، اور فرعون اس ملک میں زوردار تھا اور ظلم بھی کرتا تھا، لہذا حضرت موسی نے ان لوگوں سے کہا کہ اگر تم سچے مؤمن ہو تو اللہ ہی پر توکل کرو، لوگوں نے جواب میں کہا کہ ہم اللہ ہی پر توکل کرتے ہیں، پھر اللہ سے دعاء کی کہ یا پروردگار! ہم کو ظالموں کا تختۂ مشق نہ بنا، اور ہم کو اپنی رحمت سے کافروں سے نجات دے۔ پھر اللہ تعالے نے حضرت موسی اور حضرت ہارون علیھما السلام کو حکم دیا

(۱) بخاری: ۳۳۰۹، ترمذی: ۳۰۰۶

کہ ان لوگوں کے لیے گھروں میں نماز کا نظام کردو اور یہ کہ یہ سب لوگ نماز کی پابندی کیا کریں، حضرت موسیٰ نے دعاء کی کہ اے اللہ! آپ نے فرعون کو جو مال و دولت دی ہے جس سے وہ لوگوں کو آپ کے راستے سے گمراہ کرتا ہے، ان کو نیست و نابود کردے اور ان کے دلوں کو سخت کردے، تاکہ وہ ایمان ہی نہ لاسکیں اور عذاب سے ہمکنار ہوں، اللہ تعالے نے فرمایا کہ تمہاری دعاء قبول کرلی گئی ہے لہذا تم استقامت سے رہو اور جاہلوں کے راستے کی پیروی نہ کرو"۔

اس قصے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو اللہ تعالے نے توکل علی اللہ اور نماز کا حکم دیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی بنی اسرائیل کو اسی کا حکم دیا کہ اللہ پر توکل و اعتماد کرو، کیونکہ فرعون کی طاقت کا مقابلہ کرنے کی بظاہر اسباب ان کے پاس کوئی تدبیر وسبیل نہیں تھی۔

آج مسلمانوں کی حالت بہت سے ملکوں میں اسی کے مشابہ معلوم ہوتی ہے کیونکہ عوام مسلمان بظاہر کسی قسم کی طاقت وقوت نہیں رکھتے اور نہ ان کے لیے موجودہ حالات میں بظاہر اس کا امکان ہے، لہذا ان کو بھی لامحالہ یہی کرنا چاہئے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ سے دعاء والتجاء اور اس کی طرف رجوع وانابت تو ہمارے لیے ہر صورت میں ضروری ہے خواہ ہمارے پاس کوئی تدبیر ہو یا نہ ہو، فرق ہے تو صرف یہ کہ تدبیر ہونے کی صورت میں تدبیر بھی اختیار کی جائیگی اور اسی کے ساتھ دعاء والتجاء بھی کی جائیگی، اور تدبیر نہ ہونے کی صورت میں صرف ایک کام کیا جائے گا اور وہ اللہ تعالی سے دعاء والتجاء ہے۔

دعاء وذکر کی طاقت:

مگر افسوس کہ آج مسلم معاشرہ اس سے بھی غافل وجاہل ہے کہ اللہ کے ذکر میں

(۱) خلاصہ سورہ یونس، آیات: ۸۳-۸۹

اوراس سے لو لگانے میں اوراس سے دعائیں کرنے میں کیا طاقت ہے،اب اس کے پاس نہ ظاہری طاقت ہے اور نہ باطنی قوت ،دونوں سے خالی و عاری ہو کر وہ اپنے طاقت وراور مضبوط دشمن کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے، بھلا کیسے کامیابی ہوسکتی ہے؟ یا تو اس کے پاس ظاہری قوت ہونا چاہئے یا باطنی طاقت ہونا چاہئے۔

نبی کریم ﷺ نے مختلف مصائب وآفات و بلیات میں مختلف اذکار و دعائیں بتائی ہیں جن میں عجیب وغریب تأثیر موجود ہے،ان کو استعمال کرنے اور فائدہ اُٹھانے کی ضرورت ہے،مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں جس کو کوئی بھی مصیبت زدہ پڑھے تو اللہ اس کو اس مصیبت سے نکال دیتا ہے۔یہ میرے بھائی یونس علیہ السلام کا کلمہ ہے جو انہوں نے اندھیریوں میں پکارا تھا،وہ یہ ہے:

﴿ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴾

(ترجمہ:کوئی معبود نہیں سوائے تیرے، بلاشبہ میں ظلم کرنے والوں میں سے ہوں)(۱)

ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جب بھی کسی معاملہ نے پریشان کیا تو جبرئیل نے آکر مجھ سے کہا کہ آپ یہ پڑھیں:

﴿ تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِیْ لَايَمُوْتُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَداً وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِی الْمُلْكِ ، وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْراً ﴾

(ترجمہ: میں اس زندہ ذات پر توکل واعتماد کرتا ہوں جس کو کبھی موت نہیں، تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو نہ بیٹا رکھتا ہے،اور نہ سلطنت میں اس کا کوئی

(۱)ابن عدی فی الکامل:۱۵۰/۵،کنز العمال:۵۴/۲،حدیث:۳۴۲۴

شریک ہے ،اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا مددگار ہے ،اور تو اس کی بڑائی بیان کر)(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ وتوجہ الی اللہ ورجوع الی اللہ میں بڑے دوررس اور گہرے اثرات ہوتے ہیں ،اوران کی وجہ سے پریشانیاں دور ہوتی اور مسائل حل ہوتے اور حاجات پوری ہوتی ہیں ۔لہذا ان کا اہتمام کرنے کا عہد کیا جائے اور اللہ سے لولگائی جائے۔

ہماری پریشانیاں ومسائل:

آج ہمیں جو مسائل ومشکلات درپیش ہیں ان سے سب واقف ہیں، دشمنوں کی ایذاءرسانیاں، ظلم وتشدد، سازشوں کا جال، جادومنتر، شیاطین وجنات کے حملے، جان و مال عزت وآبرو کا نقصان ، بیماریاں اور حوادثات وغیرہ ،ان سارے ہی حالات ومسائل میں ہمیں اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ وہی قادر مطلق وقاضی الحاجات ودافع البلیات ومشکل کشا وحاجت روا ہے،اوراس کے بغیر ہمارا کوئی مسئلہ حل ہونے والا نہیں، تدبیر موجود ہوتو تدبیر کرتے ہوئے اوراگر کوئی تدبیر نہ ہوتو بلا تدبیر صرف اسی کو پکارا جائے اوراس سے التجائیں کی جائیں اوراللہ کی قدرت کا کرشمہ دیکھا جائے۔

دشمن سے جان ومال کی حفاظت کانسخہ

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی بعض صاحبزادیوں سے فرمایا کہ جب تو صبح کرے تو یہ دعاء پڑھ لینا، کیونکہ جو بھی اس کو صبح میں پڑھتا ہے شام تک اس کی حفاظت کی جاتی ہے اور جو شام میں پڑھتا ہے صبح تک اس کی حفاظت کی جاتی ہے، وہ دعاء یہ ہے:

(۱) الجامع الصغیر: کنز العمال: حدیث:۳۴۲۱

﴿ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ، مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَ مَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ ، أَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ،وَأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْماً ﴾

(میں اللہ کی پاکی اس کی حمد کے ساتھ بیان کرتا ہوں اور کوئی قوت و طاقت نہیں ہے مگر اللہ ہی سے، جو اللہ چاہیں وہی ہوتا ہے اور وہ جو نہ چاہیں وہ نہیں ہوسکتا، میں جانتا ہوں کہ بلاشبہ اللہ تعالے ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں اور یہ کہ اللہ ہر چیز کو اپنے علم سے احاطہ کئے ہوئے ہیں)(۱)

حضرت ابودرداءؓ کا حیرت انگیز واقعہ:

ذکر اللہ کی برکت سے جان و مال کی حفاظت کس طرح ہوتی ہے؟ اس کا اس واقعہ سے اندازہ کیجئے، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ معروف صحابی ہیں، بڑے فضائل ومناقب کے حامل ہیں۔ایک مرتبہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور اس نے خبر دی کہ آپ کا گھر جل گیا، آپ نے کہا کہ نہیں جلا، پھر دوسرا آدمی آیا اور کہا کہ اے ابودرداء! آگ بھڑک اُٹھی تھی لیکن جب آپ کے گھر تک پہنچی تو بجھ گئی، آپ نے کہا کہ میں جانتا تھا کہ اللہ ایسا نہیں کرے گا۔لوگوں نے کہا کہ اے ابودرداء! ہمیں نہیں معلوم کہ آپ کی کونسی بات زیادہ تعجب خیز ہے؟ آپ کی یہ بات کہ گھر نہیں جلا یا یہ بات کہ اللہ ایسا نہیں کرے گا، آپ نے فرمایا کہ یہ میں نے اس لیے کہا تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے چند کلمات سنے تھے کہ جو ان کو صبح میں پڑھتا ہے اس کو شام تک کوئی مصیبت نہیں پہنچتی اور جو شام میں پڑھتا ہے اس کو صبح تک کوئی مصیبت نہیں پہنچتی، وہ یہ ہیں:

﴿ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّيْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ، مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَ مَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ ، أَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ

(۱) سنن کبریٰ للنسائی: ۶/۶، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱/۱۴۰، کنز العمال: ۳۴۹۳

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ، وَأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْماً ، أَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ دَابَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾

(ترجمہ: اے اللہ! آپ ہی میرے رب ہیں، آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ ہی پر میں توکل کرتا ہوں، اور آپ ہی عرش عظیم کے رب ہیں، جو اللہ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہ چاہیں وہ نہیں ہوسکتا، میں جانتا ہوں کہ بلاشبہ اللہ تعالے ہر چیز پر قدرت رکھتے ہے اور یہ کہ اللہ ہر چیز کو اپنے علم سے احاطہ کئے ہوئے ہیں، اے اللہ! میں میرے نفس کے شر سے اور ہر مخلوق جس کی پیشانی آپ کے قبضہ میں ہے اس کے شر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں)(۱)

غور کیجئے کہ اللہ تعالے نے ان پاکیزہ کلمات کی برکت سے کس طرح حضرت ابودرداءؓ کے مکان کی حفاظت فرمائی، پہلے تو آگ بھڑک اُٹھی، اور پھیلتے ہوئے آگے تک چلی گئی حتی کہ لوگ پریشان ہوکر حضرت ابودرداءؓ کے مکان کے متعلق بھی خدشہ کرنے لگے اور ان کو ان کے مکان کے بارے میں خطرے سے آگاہ کیا، مگر لوگوں نے یہ حیرت انگیز واقعہ اور قدرت خداوندی کا کرشمہ دیکھا کہ وہ آگ جب حضرت ابو درداءؓ کے مکان تک پہنچی تو اچانک بجھ گئی۔ کیا یہ حیرت انگیز واقعہ نہیں ہے، اور ان کلمات کی برکت کا اثر نہیں ہے؟

ظالم بادشاہ وسیاسی لیڈروں کا خوف ہوتو

حکومت اور اس کے کارندوں اور سیاسی لیڈروں کی جانب سے ظلم وزیادتیاں پیش آتی رہتی ہیں اور اس کی وجہ سے لوگ پریشان ہوتے ہیں، مگر افسوس یہ کہ افسوس تو

(۱) تاریخ دمشق لابن عساکر: ۴/۳۷ و مختصر تاریخ دمشق: ۳۶۸۸/۱، التدوین فی اخبار قزوین: ۵۳/۴، کنزالعمال: حدیث: ۴۹۶۰

کرتے ہیں اور اس پر تبصرے اور تبادلۂ خیالات تو کرتے ہیں مگر اللہ کی طرف رجوع نہیں کرتے ،جبکہ اس سلسلہ میں بھی اللہ کے نبی ﷺ نے اذکار و دعائیں سکھائی ہیں، چنانچہ ظالم بادشاہ یا اور کوئی ظالم پریشان کرے تو اس سے محفوظ رہنے کے لیے یہ دعاء حدیث میں تعلیم کی گئی ہے:

﴿ لَاإِلٰـهَ إِلَّااللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ ،سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ،لَا إِلٰـهَ إِلَّا أَنْتَ عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَاءُ کَ وَلَاإِلٰـهَ غَيْرُکَ ﴾(۱)

ایک حدیث میں آپ نے اس سلسلہ میں ایک اور دعاء سکھائی ہے، حضرت عمر وحضرت علی رضی اللہ عنہما سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم کو بادشاہ یا شیطان پریشان کرے تو یہ پڑھو:

﴿ يَا مَنْ يَّكْفِيْ كُلَّ أَحَدٍ، وَلَا يَكْفِيْ مِنْهُ أَحَدٌ، يَـا أَحَدَ مَنْ لَّا أَحَدَ لَـهُ، وَيَـا سَنَدَ مَنْ لَّاسَنَدَ لَـهُ ، انْقَطَعَ الرَّجَاءُ إِلَّا مِنْکَ ، فَكَفِّنِيْ مِمَّا أَنَا فِيْهِ وَأَعِنِّيْ عَلٰى مَا أَنَـا عَلَيْهِ مِمَّا قَدْ نَـزَلَ بِيْ بِجَاهِ وَجْهِکَ الْكَرِيْمِ وَبِحَقِّ مُحَمَّدٍ عَلَيْکَ .آمين﴾

(اے وہ ذات جو سب کے لیے کافی ہے اور اس کے عوض کوئی کافی نہیں، اے بیکسوں کے ایک ،اے بے سہاروں کے سہارے ،سب سے امید ختم ہو گئی سوائے تیرے ،پس تو میری کفایت کر اس (پریشانی) میں جس میں میں ہوں اور میری مدد کر نازل شدہ بلا میں ،اپنی پاک ذات کے طفیل اور محمد ﷺ کے اس حق کے طفیل جو تجھ پر ہے، آمین)(۲)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

---

(۱) مسند الفردوس:۱/۲۸۱، کنز العمال:۳۴۱۴(۲) مسند الفردوس:۱/۳۲۴، کنز العمال:۳۴۲۵

اگر تو کسی بادشاہ کے پاس جائے اور تجھے خوف ہو کہ وہ تجھ پر ظلم کرے گا تو تین بار یہ پڑھ لینا:

﴿ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ ،اللّٰهُ أَعَزُّ مِنْ خَلْقِهِ جَمِيْعاً، اللّٰهُ أَعَزُّ مِمَّا أَخَافُ وَأَحْذَرُ، أَعُوْذُ بِاللّٰهِ الَّذِي لَاإِلٰـهَ إِلَّا هُوَ الْمُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ أَنْ يَقَعْنَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ مِنْ شَرِّ عَبْدِهِ فُلَانَ (یہاں دشمن و ظالم کا نام لے یا اس کا تصور کرے) وَجُنُوْدِهِ وَأَتْبَاعِهِ وَأَشْيَاعِهِ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ. اَللّٰهُمَّ كُنْ لِّيْ جَارًا مِنْ شَرِّهِمْ ، جَلَّ ثَنَاءُكَ وَعَزَّ جَارُكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَلَاإِلٰـهَ غَيْرُكَ﴾

(اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ اپنی تمام مخلوق سے زیادہ زبردست ہے، اللہ ان سب چیزوں سے زیادہ زبردست ہے جن سے میں خوف کھاتا اور ڈرتا ہوں، میں اللہ سے پناہ چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو ساتوں آسمانوں کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے فلاں بندے کے شر سے اور انسانوں اور جنات میں سے اس کے جتھے اور ماتحتوں اور چاہنے والوں کے شر سے، اے اللہ! تو ان کے شر سے میرا نگہبان بن جا، تیری تعریف بڑی ہے اور تیرا پناہ دیا ہوا محفوظ ہے اور تیرا نام بابرکت ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں) (۱)

حضرت انس کا حجاج بن یوسف کے ساتھ واقعہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایک موقعہ پر حجاج بن یوسف جو ایک ظالم بادشاہ تھا، اس کے پاس گئے، تو اس نے ان کو بہت سے گھوڑے دکھائے اور گستاخانہ کہا کہ کیا تمہارے صاحب (یعنی نبی کریم ﷺ) کے پاس تم نے اس جیسا دیکھا ہے؟ حضرت

(۱) ابن ابی شیبہ: ۲۳/۶، الادب المفرد: ۲۴۸/۱، معجم کبیر: ۲۵۸/۱۰، حلیۃ الاولیاء: ۳۲۲/۱، کنز العمال: ۵۰۰۶

انس نے کہا کہ میں نے آپ ﷺ کے پاس اس سے عمدہ چیز دیکھی ہے، میں نے آپ سے سنا کہ گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ کہ آدمی اس کو اللہ کے راستہ کے لیے پالتا ہے ،اس قسم کے گھوڑے کے بال، اس کا پیشاب اس کا خون اور گوشت سب قیامت کے دن اس آدمی کے ترازو میں رکھا جائے گا، دوسرا یہ کہ آدمی محض اپنے پیٹ کے لیے گھوڑا پالتا ہے اور تیسرے یہ کہ وہ ریاء وشہرت کے لیے پالتا ہے، پھر حجاج سے کہا کہ تیرے یہ گھوڑے اسی ریاء وشہرت کے لیے ہیں۔

اس پر حجاج نہایت غضبناک ہوا اور کہنے لگا کہ اگر تم نے نبی ﷺ کی خدمت نہ کی ہوتی تو میں تم کو ایسا اور ایسا کر دیتا (یعنی مارتا یا قتل ہی کر دیتا)، حضرت انس نے فرمایا کہ " كَلَّا، لَقَدِ احْتَرَزْتُ مِنْكَ بِكَلِمَاتٍ لَا أَخَافُ مِنْ سُلْطَانٍ سَطْوَتَهُ وَلَا مِنْ شَيْطَانٍ عُتُوَّتَهُ " (تو ہرگز کچھ نہیں کر سکتا، کیونکہ میں چند کلمات کے ذریعہ تیرے شر سے محفوظ ہو چکا ہوں، میں نہ کسی سلطان کی طاقت سے ڈرتا ہوں اور نہ کسی شیطان کی سرکشی سے) یہ سن کے وہ ذرا ٹھنڈا ہوا، اور کہنے لگا کہ اے ابوحمزہ! ہمیں بھی وہ کلمات سکھا دو، آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں تجھے اس کا اہل نہیں دیکھتا، پھر ایک زمانے کے بعد جب حضرت انسؓ مرض الوفات میں مبتلا ہوئے تو ان کے خادم حضرت ابان نے عرض کیا کہ حضرت! آپ سے ایک بات معلوم کرنا چاہتا ہوں، فرمایا کہ جو چاہو پوچھو، کہا کہ وہ کیا کلمات ہیں جن کا حجاج نے آپ سے مطالبہ کیا تھا؟ فرمایا کہ ہاں میں تم کو اس کا اہل دیکھتا ہوں، میں نے اللہ کے رسول کی دس برس خدمت کی اور آپ میرے سے راضی ہو کر دنیا سے گئے، اور تم نے بھی میری دس سال خدمت کی ہے اور میں دنیا سے جا رہا ہوں جبکہ میں تم سے راضی ہوں، جب تم صبح کرو یا شام کرو تو یہ پڑھ لیا کرو:

﴿ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى نَفْسِي وَدِيْنِي ،

بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى أَهْلِيْ وَمَالِيْ ، بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ أَعْطَانِيْ رَبِّيْ ، بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ الْأَسْمَاءِ ، بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَايَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ دَاءٌ، بِسْمِ اللّٰهِ افْتَتَحْتُ وَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ، لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ، لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ، لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ ، اللّٰهُ أَكْبَرُ ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ ،اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ ،لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ، تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَرَبُّ الْأَرْضِيْنَ وَمَا بَيْنَهُمَا ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ ، اِجْعَلْنِيْ فِيْ جِوَارِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِيْ شَرٍّ وَّمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ، إِنَّ وَلِيِّ يَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴾ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ذکر اور اس کی تسبیح میں بڑی طاقت ہے اور اللہ اس کی برکت سے ظالم کے ظلم سے حفاظت فرماتے ہیں، اگر چہ وہ بادشاہ وامیر ہی کیوں نہ ہو، وہ اس کے سامنے بے بس ہو جاتا ہے۔کیا ہم کو اللہ سے اس قسم کے تعلق کی ضرورت اپنے دشمنوں اور ظالم بادشاہوں اور سیاسی لیڈروں کے مظالم سے بچنے کے لیے نہیں ہے؟

ایک اور عبرت خیز واقعہ

ایسے واقعات صحابہ کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ جب بھی کسی نے اللہ پر اعتماد و توکل کرتے ہوئے اللہ کے نام اور کلام اور حدیث کی دعاؤں کے ذریعہ اللہ سے مدد چاہی تو ضرور اللہ نے اس کی مدد کی ہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نے آپ بیتی میں تقسیم ہند کے وقت کی سازشوں اور فتنوں اور قتل و غارت گریوں کے

(۱) کنز العمال:۵۰۲۱، التدوین فی اخبار قزوین:۱/۱۲۴

تذکرہ میں اپنے ایک متعلق الحاج بابوایاز صاحبؒ کا ایک حیرت انگیز واقعہ اسی قسم کا لکھا ہے، وہ یہ کہ اس دور میں ان فتنوں کی وجہ سے دہلی سے نظام الدین کو آنا جانا بھی خطرے سے خالی نہیں تھا، راشن بھی بازار جا کر لانا سخت خطرناک و مصیبت عظمیٰ تھا، سارے راستے مخدوش و مسدود تھے، راشن سبزی منڈی میں ملتا تھا جہاں سکھ ہی سکھ تھے، کسی کی ہمت وہاں جانے کی نہیں ہوتی تھی، مگر الحاج بابوایاز صاحبؒ اسی حال میں وہاں سے راشن لایا کرتے تھے، ان کے اس طرح جانے سے لوگ حیرت کرتے تھے، ایک دفعہ وہ سبزی منڈی سے راشن لے کر نظام الدین آرہے تھے، وہاں سے ایک تانگہ لیا، اس میں ایک بابو جی اور تین سکھ سوار تھے، دلی سے باہر نکل کر ان سکھوں نے یہ کہا کہ تو ہمارے بیچ میں کیسے بیٹھ گیا اور اگر ہم تجھ کو ختم کردیں تو پھر کیا ہو؟ انہوں نے نہایت جوش اور جرأت و بے باکی سے کہا کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں مار سکتے، اور ہمت ہو تو مار کر دکھلاؤ۔ وہ بھی سوچ میں پڑ گئے، آپس میں کچھ اشارے کنائے بھی ہوئے اور آستینیں سونت کر کہنے لگے کہ ہم کیوں نہیں مار سکتے؟ انہوں نے اس سے زیادہ جوش سے کہا کہ میرے پاس ایک چیز ہے، تم میرے مارنے پر قادر ہی نہیں ہو سکتے، وہ اللہ کے فضل سے کچھ ایسے مرعوب ہوئے کہ نظام الدین تک سوچتے ہی رہے، اور اشارے بھی کرتے رہے۔ ان سے اُترتے وقت پوچھا کہ تم وہ چیز بتلادو کیا ہے؟ بابو جی نے کہا کہ وہ چیز بتلانے کی نہیں ہے اور باقی تم دیکھ چکے ہو کہ تم لوگ باوجود ارادے کے مجھے مار نہ سکے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا کہ وہ کیا بات تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ ہی نے مجھے ایک دعاء بتلائی ہے، اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ، میں یہ پڑھتا تھا۔ (۱)

---

(۱) آپ بیتی: ۱/۵۴۰

جادو کا علاج اور کعب احبار کا ارشاد

ہماری پریشانیوں میں سے ایک پریشانی یہ ہے کہ دشمنوں کی جانب سے جادو منتر کا ڈر لگا ہوا ہے، اس کا علاج بھی قرآن کی آیات اور حدیث کی دعاؤں سے کیا جاسکتا ہے، مگر لوگ اس سلسلہ میں بھی کفریہ وشرکیہ کاموں سے بھی گریز نہیں کرتے اور ان کے ذریعہ اللہ کو ناراض کرتے ہیں، بھلا اللہ کی ناراضی کے ساتھ کونسا علاج کامیاب ہوسکتا ہے؟ علاج تو اللہ ہی کے قبضہ میں ہے، نہ کہ مخلوق کے، لہذا اس میں بھی اس کا دھیان ہونا چاہئے کہ ہمارا کوئی کام بھی اللہ ورسول کے خلاف نہ جائے۔

حضرت کعب احبار جو پہلے یہود کے بڑے علماء میں سے تھے، پھر اسلام میں داخل ہوگئے تھے، انہوں نے بیان کیا کہ اگر میں یہ چند کلمات نہ پڑھا کرتا تو یہود جادو سے مجھے گدھا بنا دیتے اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ مجھے رینگنے والے گدھوں میں بہت چیخنے والا گدھا اور بھونکنے والے کتوں میں سے زیادہ بھونکنے والا کتا بنا دیتے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مجھے جب آپ سے پوچھا گیا کہ وہ کیا کلمات ہیں تو فرمایا کہ:

﴿ أَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ الَّذِيْ لَيْسَ شَيْءٌ أَعْظَمَ مِنْهُ وَ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّ لَا فَاجِرٌ، وَبِأَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَ مَا لَمْ أَعْلَمْ مِّنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَبَرَأَ وَ ذَرَأَ ﴾ (میں اللہ کی ذات سے پناہ پکڑتا ہوں جو عظمت والی ہے، اس سے زیادہ عظمت والی کوئی چیز نہیں، اور میں اللہ کے کلمات تامات کے ذریعہ پناہ پکڑتا ہوں جن سے آگے کوئی نیک و بد نہیں جاسکتا، اور میں پناہ پکڑتا ہوں اللہ کے ان تمام بہترین ناموں کے ذریعہ جن کو میں جانتا ہوں اور ان سے بھی جن کو میں نہیں جانتا، ہر اس چیز

کے شر سے جس کو اس نے پیدا کیا، وجود دیا اور پھیلایا)(۱)

شیاطین و جنات سے حفاظت

ہماری پریشانیوں میں سے ایک پریشانی یہ ہے کہ اللہ کی دوسری مخلوقات میں سے جنات وشیاطین کی جانب سے انسان کو پریشان کیا جاتا ہے،اور اس سلسلہ میں بھی اللہ کی مدد کی سخت ترین ضرورت ہوتی ہے ،مگر لوگ اس کو چھوڑ کر خواہ مخواہ کی باتوں میں مبتلا ہوتے اور بعض اوقات اپنا ایمان کھو بیٹھتے ہیں ،بعض لوگ عاملوں کے چکر میں اور بعض ان سے بھی آگے سادھوؤں اور پجاریوں کے چکر میں ملوث ہوجاتے ہیں اور بے ایمانی کی باتیں اور کفریہ وشرکیہ افعال واعمال کرتے ہیں، کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ لوگ اللہ سے اپنا تعلق مضبوط کرتے اور اس کے لیے دعاؤں کی تاثیرات سے فائدہ اُٹھاتے۔

لہٰذا جنات وشیاطین کا خوف ہو یا کسی کو وہ پریشان کرتے ہوں تو ان سے حفاظت کے لیے بھی اوراد اورادعیہ کا اہتمام و التزام کرنا بہت ہی نفع بخش ہے، بالخصوص آیۃ الکرسی اورسورۃ البقرہ کا پڑھنا اس کے لیے اکسیر اعظم ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ " إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ (و في رواية) يَفِرُّ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ "(شیطان اس گھر سے نفرت کرتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے،ایک روایت میں ہے کہ شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے)(۲)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: " إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ لا يَدْخُلُهُ الشَّيْطَانُ"(وفي رواية عند ابن عدي في الكامل)"

(۱)مؤطا مالک: حدیث:۱۴۹۹، واللفظ لہ ، ابن ابی شیبہ:۶/۷۷، جامع معمر:۱۱/۳۶، کتاب الدعاء:۱/۳۶(۲)مسلم:۱۳۰۰،احمد:۷۴۸۷،عمل الیوم واللیلۃ للنسائی:۱/۵۳۵

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَخْرُجُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ "(جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے اس میں شیطان داخل نہیں ہوتا، اور ابن عدی کی " کامل "میں ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ شیطان اس گھر سے نکل جاتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے)(۱)

آیۃ الکرسی کا کرشمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ان کو زکاۃ کے مال پر نگران مقرر فرمایا، ایک شخص آیا اور مٹھی بھر کر جانے لگا، انہوں نے اس کو پکڑ لیا، تو عذر کیا کہ میں محتاج ہوں، میرے ذمہ اہل وعیال ہیں، اور میں سخت حاجت مند ہوں، حضرت ابو ہریرہ نے اس کو چھوڑ دیا، صبح ہوئی تو اللہ کے نبی نے ان سے پوچھا کہ وہ تمہارا قیدی کیا ہوا، انہوں نے کہا کہ اس نے حاجت بتائی تو میں نے اس کو چھوڑ دیا، آپ نے فرمایا کہ وہ دوبارہ آئے گا، چنانچہ وہ دوسری رات بھی آیا اور مٹھی بھر کر جانے لگا تو حضرت ابو ہریرہ نے پھر اس کو پکڑ لیا، اس نے پھر وہی اپنی حاجت و ضرورت کا اظہار کیا تو انہوں نے چھوڑ دیا، نبی کریم ﷺ نے صبح پھر پوچھا، اور حضرت ابو ہریرہ نے وہی جواب دیا، آپ نے پھر فرمایا کہ وہ پھر آئے گا، اور اسی طرح پھر تیسری رات بھی وہ آیا تو حضرت ابو ہریرہ نے اب اس کو پکڑ لیا اور فرمایا کہ میں تجھے نہیں چھوڑوں گا، تو بار بار وعدہ کرتا ہے کہ نہیں آؤں گا مگر پھر وہی حرکت کرتا ہے، میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کروں گا، اس پر اس نے کہا کہ اگر تم مجھے چھوڑ دو تو میں تم کو کچھ کلمات سکھاتا ہوں جو تم کو نفع دیں گے، حضرت ابو ہریرہ نے پوچھا کہ وہ کیا ہیں؟ تو کہا کہ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو تو آیۃ الکرسی پڑھ لو، تمہارے لیے اللہ کی جانب سے ایک محافظ مقرر ہو جاتا ہے اور صبح ہونے تک شیطان تمہارے قریب نہیں

(۱) ترمذی: ۲۸۰۲، احمد: ۸۵۶۰، الکامل لابن عدی: ۲۰۶/۶

آ سکتا، حضرت ابو ہریرہ نے اس کو چھوڑ دیا، اور جب صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ کو قصہ سنایا، آپ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا اگرچہ کہ وہ جھوٹا ہے، کیا جانتے ہو کہ وہ کون تھا ؟ حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ نہیں، آپ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا۔ (۱)

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت ابوایوب انصاری کو بھی پیش آیا کہ ان کے گھر میں ایک طاقچہ تھا جس میں چھوارے رکھے جاتے تھے، پس جن آتا اور اس میں سے اُٹھا لے جاتا، انہوں نے اللہ کے نبی ﷺ کے پاس شکایت کی، آپ نے فرمایا کہ جب تم اس کو دیکھو تو یوں کہنا کہ " **بسم الله أجيبي رسول الله**، چنانچہ انہوں نے اس کو پکڑا اور قسم لی کہ آئندہ نہیں آئے گا، اور اسی طرح تین مرتبہ ہوتا رہا کہ وعدہ کرتا پھر بھی آتا، تیسری دفعہ کہا کہ میں تم کو ایک بات بتاتا ہوں کہ آیۃ الکرسی گھر میں پڑھ لو تو شیطان تمہارے قریب بھی نہ آئے گا، حضرت ابوایوب نے جب اللہ کے نبی ﷺ کو سنایا تو فرمایا کہ اس نے صحیح بات کہی، اگرچہ وہ جھوٹا ہے۔ (۲)

نبی کریم ﷺ پر شیاطین کے حملہ کا واقعہ

حدیث میں خود نبی کریم ﷺ کا ایک واقعہ آیا ہے، حضرت ابوالتیاح کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد الرحمٰن بن حبیش رضی اللہ عنہ سے جو کہ بہت بوڑھے تھے، پوچھا کہ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، میں نے کہا کہ جس رات رسول اللہ ﷺ کو شیاطین نے پکڑ لیا تھا تو آپ نے کیا کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ شیاطین وادیوں سے اللہ کے رسول ﷺ کی طرف آئے، اور آپ پر پہاڑ کو ڈھکیل دیا، اور ایک شیطان کے ساتھ آگ کا ایک شعلہ تھا اس نے آپ کو جلانے کا ارادہ کیا، آپ ﷺ ڈر گئے اور پیچھے کی طرف ہٹ گئے۔ اتنے میں جبریل علیہ السلام

(۱) بخاری: ۱/۱۳۰ (۲) ترمذی: ۲۸۰۵، احمد: ۲۲۴۸۸

حاضر ہوئے اور کہا کہ اے محمد! پڑھئے، آپ نے کہا کہ کیا پڑھوں؟ کہا کہ یہ پڑھئے، جب آپ نے یہ پڑھا تو شیاطین کی وہ آگ بجھ گئی اور اللہ نے ان کو ہزیمت دیدی، وہ دعا یہ ہے:

﴿ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَايُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّ لَا فَاجِرٌ مِّنْ شَرِّ مَاخَلَقَ وَذَرَأَوَبَرَأَ ، وَمِنْ شَرِّمَايَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ ، وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيهَا، وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْأَرْضِ، وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا،وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَمِنْ شَرِّ كُلِّ طَارِقٍ إِلَّاطَارِقاً يَّطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ ﴾ (میں اللہ کے کلمات تامات کے ذریعہ جن سے کوئی نیک یا بد آگے نہیں جاسکتا پناہ پکڑتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے جس کو اس نے پیدا کیا، وجود دیا، اور پھیلایا ہے، اور اس چیز کے شر سے جو آسمان سے نازل ہوتی ہے اور اس سے جو اس میں چڑھتی ہے اور اس سے جو زمین میں پھیلتی ہے اور اس سے جو اس سے نکلتی ہے، اور اس رات و دن کے فتنوں کے شر سے بھی اور ہر رات میں آنے والے کے شر سے بھی، سوائے اس کے جو خیر لے کر آئے، اے رحمٰن!)(۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی بعینہ اسی طرح کا قصہ مروی ہے۔(۲)

حضرت عروہ بن الزبیر کا ایک عجیب واقعہ

اس سلسلہ میں ایک عجیب واقعہ سنئے، حضرت عروہ بن الزبیرؒ، حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیقؓ کے صاحبزادہ اور حضرت عائشہؓ کے بھانجے ہیں، ان کا ایک

(۱) ابن ابی شیبہ: ۵/۵۱، مسند احمد: ۳/۴۱۹، کنز العمال: ۵۰۱۸، الترغیب والترھیب: ۲/۳۰۳، اس حدیث کو امام منذری نے الترغیب میں ذکر کر کے فرمایا کہ امام احمد و امام ابویعلی کی سندیں جید ہیں (۲) دیکھو: السنن الکبری للنسائی: ۶/۲۳۷، معجم اوسط للطبرانی: ۱/۱۸، عمل الیوم اللیلۃ للنسائی: ۱/۵۳۰

عجیب وحیرت انگیز واقعہ کتابوں میں لکھا ہے، وہ یہ کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ بننے سے پہلے کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک رات میں اپنی چھت پر سویا ہوا تھا کہ راستہ پر آوازیں محسوس کیا، اور جھانک کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ شیاطین جوق در جوق آرہے ہیں یہاں تک کہ میرے مکان کے پیچھے ایک کھنڈر میں جمع ہو گئے پھر ابلیس بھی آ گیا اور اس نے چیخ کر کہا کہ " **من لی بعروة بن الزبیر؟**" (کون میرے پاس عروہ بن الزبیر کو لائے گا) ایک جماعت کھڑی ہوئی اور کہا کہ ہم لائیں گے، پس گئے اور واپس چلے آئے اور کہا کہ ہم ان پر قادر نہ ہو سکے، ابلیس نے پھر چیخ کر کہا کہ" **من لی بعروة بن الزبیر؟**" (کون میرے پاس عروہ بن الزبیر کو لائے گا) تو ایک اور جماعت اُٹھی اور کہا کہ ہم لائیں گے، اور یہ جماعت بھی جا کر واپس آ گئی، اور کہا کہ ہم ان پر قادر نہیں ہو سکے، اس پر وہ پھر بہت زور سے چیخا، حتی کہ میں یہ سمجھا کہ زمین شق ہو گئی، اور چیخ کر کہا کہ" **من لی بعروة بن الزبیر؟**" (کون میرے پاس عروہ بن الزبیر کو لائے گا) تو ایک تیسری جماعت اُٹھی اور کہا کہ ہم لائیں گے، اور یہ جماعت بھی جا کر بہت دیر میں واپس آ گئی، اور کہا کہ ہم ان پر قادر نہیں ہو سکے، اس پر ابلیس غضبناک ہو کر چلا گیا اور شیاطین بھی اس کے پیچھے ہو گئے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ یہ واقعہ دیکھ کر حضرت عروہ بن الزبیر کے پاس گئے اور یہ سارا واقعہ سنایا تو انہوں نے کہا کہ میرے والد حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اللہ کے نبی ﷺ سے یہ سنا کہ جو بھی شخص صبح یا شام اس دعاء کو پڑھتا ہے اللہ اس کو ابلیس اور اس کے لشکر سے محفوظ رکھتے ہیں، وہ دعاء یہ ہے:

﴿ **بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ذِیُ الشَّأنِ، عَظِيۡمِ الۡبُرۡهَانِ ، شَدِيۡدِ السُّلۡطَانِ، مَاشَاءَ اللّٰهُ كَانَ، أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ** ﴾ (اللہ کے نام سے

(۲) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کو کوئی غم اور پریشانی پیش آئے اور وہ اس دعاء کو پڑھے تو اللہ اس کا سارا غم دور کر دیتے ہیں اور اس کے عوض خوشی عطاء فرماتے ہیں:

﴿اَللّٰهُمَّ إِنِّي عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ أَمَتِکَ ، نَاصِيَتِي بِيَدِکَ ، مَاضٍ فِيَّ حُکْمُکَ ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَاءُ کَ ، أَسْئَلُکَ بِکُلِّ اسْمٍ هُوَلَکَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَکَ ، أَوْ أَنْزَلْتَهٗ فِيْ کِتَابِکَ ، أَوْ عَلَّمْتَهٗ أَحَداً مِّنْ خَلْقِکَ ، أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَکَ أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ وَنُوْرَ بَصَرِيْ وَجَلَاءَ حُزْنِيْ وَذَهَابَ هَمِّيْ﴾

(یا اللہ! میں تیرا غلام ہو، اور تیرے غلام کا بیٹا ہوں اور تیری باندی کا بیٹا ہوں، ہمہ تن تیرے قبضہ میں ہوں، تیرا حکم میرے بارے میں نافذ ہے، تیرا فیصلہ میرے بارے میں عین انصاف ہے، میں تجھ سے تیرے نام کے حق سے جس سے تو نے اپنے کو موسوم کیا ہے، یا اس کو اپنی کتاب میں اُتارا ہے، یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے، یا اپنے علم غیب ہی میں اس کو رہنے دیا ہے، میں یہ مانگتا ہوں کہ تو قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار اور میری آنکھ کا نور، اور میرے غم کی کشائش اور میرے فکر کا دفعیہ بنادے)(۱)

(۳) اچانک مصیبت سے بچاؤ کے لیے یہ دعاء تعلیم فرمائی گئی ہے، نیز فرمایا گیا کہ جو اس کو صبح وشام پڑھ لیتا ہے اس کو کوئی چیز نقصان وتکلیف نہیں دے سکتی:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَايَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَا لسَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾

(۱) صحیح ابن حبان: ۲۵۳/۳، موارد الظمآن: ۵۸۹/۱، ابن ابی شیبہ: ۴۰/۶، مسند بزار: ۳۶۳/۵، مسند احمد: ۳۹۱/۱، کنز العمال: ۳۴۳۴

(اللہ کے نام سے جس کے نام کے ساتھ کوئی چیز نہ زمین میں نقصان و تکلیف پہنچا سکتی ہے اور نہ آسمان میں، اور وہ بہت سننے والا بہت جاننے والا ہے)(۱)

(۴) زہریلے جانوروں اور تکلیف دہ چیزوں سے حفاظت کے لیے تین مرتبہ یہ دعاء پڑھ لیا کرے:

﴿ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ﴾

(میں اللہ کے مکمل کلمات کے ذریعہ تمام مخلوق کے شر سے پناہ لیتا ہوں)(۲)

(۵) ابن مسعودؓ نے کہا کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس شکایت کی کہ مجھے جان و مال و اہل و عیال پر خوف محسوس ہوتا ہے تو آپ نے یہ دعاء تلقین فرمائی کہ صبح و شام یہ پڑھا کرو:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى دِيْنِيْ وَنَفْسِيْ وَوَلَدِيْ وَأَهْلِيْ﴾

(اللہ کے نام سے میں میرے دین اور ذات اور اولاد اور اہل کے لیے مدد لیتا ہوں)(۳)

آخری بات:

آخری بات جو تمام باتوں کا خلاصہ اور لب لباب ہے یہ کہ ہماری تباہی و ہلاکت، ذلت و پستی، ناکامی تنزلی اور ادبار و انحطاط کا سبب ہماری ایمانی کمزوری، خدا پر عدم توکل و اعتماد، سنت و سیرت سے بیزاری، تعلق مع اللہ کی کمی، نمازوں میں غفلت، زکوۃ کی ادائیگی میں کوتاہی، فحاشی و عریانی اور بے حیائی، عیش پرستی و لذت اندوزی،

---

(۱) احمد: ۱/۶۲، ۶۶، سنن کبری للنسائی: ۶/۹۴، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱/۲۹۱، بخاری فی الأدب المفرد: ۱/۲۳۰، ابن حبان: ۳/۱۳۲، حاکم: ۱/۶۹۵: ایضاً: ۳۴۸۶ و ۳۴۹۵ (۲) احمد: ۲/۲۹۰، سنن کبری للنسائی: ۶/۱۰۴، مؤطا مالک: ۲/۹۵۱، ابن حبان: ۳/۲۹۷ حاکم: ۴/۴۶۱، کنز العمال: ۳۵۰۸ (۳) (تاریخ ابن عساکر: ۵۴/۳۹۶، کنز العمال: ۴۹۵۸

آخرت سے غفلت وغیرہ چیزیں ہیں۔اس لیے اگر یہ سوال کیا جائے کہ ہمیں عزت وسربلندی کب نصیب ہوگی، ہماری مدد ونصرت کے فیصلے کب ہوں گے، ناکامی وتنزلی کب ختم ہوگی، ادبار وانحطاط سے خلاصی کب ہوگی، اس ذلت ونکبت سے ہم عروج واقبال کی طرف کب آئیں گے۔تواس کا جواب صرف اورصرف یہی ہے اور ہونا چاہئے کہ:

فضائے بدر پیدا کر، فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے، قطار اندر قطار اب بھی

بس اب ہم کو چاہئے کہ کسی چیز کا انتظار کئے بغیر بدر کی فضا پیدا کرنے لگ جائیں، جہاں اللہ کی حمد وثنا، تحمید وتقدیس کے ترانے، سنت وسیرت سے وابستگی، الحاح وزاری، خشوع وخضوع، دنیا سے بیزاری، آخرت کی فکر، جنت کی طلب، عیش پرستی سے دوری، جہاد فی سبیل اللہ کی لگن اور............خلاصہ یہ کہ...........شریعت کی پاسداری جیسی عظیم صفات تھیں۔اللہ مجھے اور آپ کو اس کی توفیق دے......آمین۔

فقط

محمد شعیب اللہ خان مفتاحی
ناظم مدرسۂ مسیح العلوم۔بنگلور
۸/ ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ